Uploaded by Kainaat
محمود، فاروق، فرزانہ
اور انسپکٹر جمشید
سیریز
724
Atlantis Publications
رنگین خطرہ
PASSPORT

Atlantis Publications

تفریح بھی ، تربیت بھی

اٹلانٹس پبلیکیشنز صحت مند، اصلاحی اور دلچسپ کہانیوں اور ناولوں کی کم قیمت اشاعت کے ذریعے ہر عمر کے لوگوں میں مطالعے اور کتب بینی کے فروغ کیلئے کوشاں ہے۔

ناول	رنگین خطرہ
نمبر	724
پبلشر	فاروق احمد
قیمت	29 روپے

ناول حاصل کرنے اور ہر قسم کی خط و کتابت اور رابطے کیلئے مندرجہ ذیل پتے پر رابطہ کریں۔

D-83
فون: 2581720 ، 2578273
e-mail: atlantis@cyber.net.pk

احادیث شریف

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

''وہ لوگ اللہ کی رحمت سے محروم رہیں گے جن کے دلوں میں دوسرے آدمیوں کے لیے رحم نہیں۔ (یعنی جو دوسروں پر ترس نہیں کھاتے)

(بخاری، مسلم)

☆☆☆☆☆

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ نے چاند کی طرف دیکھا اور یہ چودھویں رات تھی، چودھویں کا چاند پوری آب و تاب سے نکلا ہوا تھا۔ آپ نے ہم سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''یقیناً تم اپنے پروردگار کو اسی طرح دیکھو گے، جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہو، تمہیں اس کو دیکھنے میں کوئی کشمکش نہیں کرنا پڑے گی اور کوئی زحمت نہیں ہوگی، پس اگر تم یہ کر سکو کہ طلوع آفتاب سے پہلی نماز اور غروب آفتاب سے پہلی نماز کے مقابلے میں کوئی چیز بھی تم پر غالب نہ آئے۔ (یعنی کوئی مشغلہ کوئی دلچسپی یا آرام طلبی وغیرہ فجر اور عصر کی نمازوں کے وقت تمہیں اپنی طرف متوجہ نہ کر سکے) تو لازماً ایسا کرو۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی:

(اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے)

(بخاری، مسلم)

دو باتیں

السلام علیکم!

رنگین خطرے سے آپ بچوں کا اسلام میں بھی قسط وار دوچار ہو چکے ہیں...... تو لیجئے اب کتابی شکل میں...... ایک مکمل ناول کی صورت میں پڑھ کر ایک نیا لطف پائیں گے اور جو پہلی بار پڑھ رہے ہوں گے وہ سسپنس اور حیرت کے سمندر میں غوطے کھائیں گے...... یعنی رنگین غوطے...... ذرا سوچئے...... ایسی ہی کسی صورتحال سے آپ زندگی میں بھی دوچار ہو جائیں تو آپ پر کیا گزرے گی۔ اس ناول کے ساتھ آپ کو پڑھنے کو ملیں گے تین اور ناول...... یعنی ''تین طرف سے حملہ''...... ''پیتل کا مجسمہ'' اور باطل قیامت کی چوتھی قسط ''ایمان کے محافظ''۔

اشتیاق احمد

مہمان

دروازے پر ہونے والی دستک نے ان سب کو چونکا دیا۔

رات کے دس بج رہے تھے۔ وہ سب سونے کی تیاری کر رہے تھے، ایسے میں انہیں کسی کے آنے کی قطعاً کوئی امید نہیں تھی۔

''دیکھو شاہد، کون ہے... کہیں کوئی پریشان حال نہ ہو۔'' خالدہ بیگم بولیں۔

''جی اچھا۔'' شاہد نے کہا اور بیرونی دروازے کی طرف چلا گیا۔

پھر جونہی اس نے دروازہ کھولا، بہت زور سے اچھلا۔ ساتھ ہی وہ چلا اٹھا:

''ابا جان! آپ!!''

''کک... کیا کہہ رہے ہو بھئی... ویسے عمر کے لحاظ سے میں آپ کے والد کی طرح ہو سکتا ہوں۔'' اجنبی نے منہ بنایا۔

''نن نہیں... نہیں... آپ میرے ابا جان ہیں... امی، باجی... بھائی جان دوڑ کر آئیں... ابا جان آ گئے۔''

یہ آواز گھر میں کیا گونجی، سب کے سب دوڑ پڑے۔

دروازے پر واقعی اس گھر کے مالک شیخ منصور کھڑے تھے اور حیرت زدہ سے نظر آ رہے تھے۔

"حد ہوگئی... آپ باہر کیوں کھڑے ہیں... اندر کیوں نہیں آتے۔" بیگم خالدہ چلا اٹھیں۔

"آپ لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے، میں وہ نہیں جو آپ لوگ سمجھ رہے ہیں... میرا نام عابد سلیمی ہے۔"

"اس... اس کا مطلب ہے... آپ ہمارے ابا جان نہیں ہیں۔" شاہد نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"نہیں، بالکل نہیں۔"

"تب پھر آپ کی شکل وصورت ہمارے والد صاحب سے اس قدر کیوں ملتی ہے۔"

"دنیا میں بہت سے لوگ ہم شکل ہوتے ہیں، جڑواں بھائی بہن بھی ہم شکل ہو سکتے ہیں... بہر حال میں نہیں جانتا کہ میری شکل آپ کے والد سے کیوں ملتی ہے... کیا نام ہے آپ کے والد کا۔"

"شیخ منصور۔"

"کیا!!!" وہ پوری قوت سے چلا اٹھا۔

اب تو مارے حیرت کے ان کا برا حال ہوگیا۔

"کک... کیا بات ہے، آپ اس بری طرح کیوں چلائے... اس کا مطلب ہے، آپ ان کے بارے میں جانتے ہیں۔"

اجنبی پھٹی پھٹی آنکھوں سے انہیں دیکھتا رہا، آخر اس نے ٹھہری ہوئی آواز میں کہا:

"ہاں! میں شیخ منصور کے بارے میں جانتا ہوں۔"

"مہربانی فرما کر اندر آ جائیں... زاہد، شاہد... انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ... سلمٰی... تم ان کے لیے چائے تیار کرو۔"

یہ کہتے ہوئے وہ رو پڑیں اور اپنے کمرے میں چلی آئیں۔

ان کے بچوں کی آنکھوں میں بھی آنسو آ چکے تھے۔ جلد ہی مہمان کے آگے چائے اور دوسری چیزیں رکھ دی گئیں... اجنبی خاموشی سے چائے پینے لگا... پھر فارغ ہونے کے بعد ان کی طرف مڑا... بیگم منصور اب دروازے کی اوٹ میں تھیں، اس لیے کہ اب انہیں معلوم ہوگیا تھا، آنے والا ان کا خاوند نہیں، ہم شکل ضرور ہے۔

"مہربانی فرما کر اب بتائیں... آپ ہمارے والد کے بارے میں کیا جانتے ہیں۔"

"اس سے پہلے آپ یہ کیوں نہیں جاننا چاہتے کہ میں کون ہوں اور یہاں کیسے آ گیا... آخر میں شیخ منصور کا نام سن کر کیوں چونکا تھا۔"

"ہم... ہم تو سب کچھ جاننا چاہتے ہیں... مہربانی فرما کر بتائیں... یہ کیا چکر ہے۔"

"میں جہاد پر گیا تھا۔"

اس کے منہ سے یہ الفاظ سنتے ہی ان کے جسموں میں سنسنی دوڑ گئی، لیکن وہ منہ سے کچھ نہ بولے۔ وہ کہہ رہا تھا:

"وہاں مختلف شہروں اور ملکوں کے لوگ آئے ہوئے تھے، سب مل کر اسلام کے دشمنوں سے جہاد کر رہے تھے۔ ڈیڑھ ماہ کی زبردست جنگ کے بعد ہمیں پسپا ہونا پڑا... اس پسپائی میں بہت سے لوگ بچھڑ گئے... کچھ ہمیشہ کے لیے جدا ہوگئے... ہر طرف لاشیں بکھری پڑی تھیں... ایسے میں بری طرح زخمی ایک شخص نے

مجھے ایک خط دیا، اس نے درخواست کی... یہ خط میں اس کے گھر پہنچا دوں، اس کا چہرہ بری طرح زخمی اور خون آلود تھا اور وہ مرنے کے قریب تھا، اس نے اپنا نام احمد غوری بتایا۔

''کیا مطلب... یہ کیا بات ہوئی۔''

''ہاں! یہی بات ہے، میرے پاس وہ خط موجود ہے، اس خط پر آپ کا پتا تحریر ہے... کیا آپ اس نام کے کسی شخص کو نہیں جانتے۔''

''جی بالکل نہیں۔'' وہ ایک ساتھ بولے۔

''حیرت ہے... کمال ہے، مرتے ہوئے ایک شخص نے خواہش کی کہ میں اس کا خط اس کے گھر پہنچا دوں لیکن آپ لوگ کہتے ہیں، آپ اس نام کے کسی شخص کو نہیں جانتے۔''

''آپ وہ خط ہمیں دکھائیں... آخر اس خط پر ہمارا پتا کس طرح ہو سکتا ہے... اس میں ضرور کہیں کوئی گڑبڑ ہے... دوسری بات! یہ بتائیں، آپ شیخ منصور کا نام سن کر کیوں چونکے تھے... اس گھر سے تعلق تو ان کا ہے... نہ کہ احمد غوری کا۔''

''میں اس بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں... پہلے تو آپ خط دیکھ لیں۔''

یہ کہہ کر اس نے اندر کی جیب سے ایک خط نکال کر ان کے سامنے رکھ دیا۔ خط خون آلود تھا۔ انہوں نے تھر تھر کانپتے ہاتھوں سے خط کھولا... وہ واقعی کسی احمد غوری کی طرف سے تھا... اس پر شکستہ حروف میں لکھا تھا:

''میرے بچو اور میری رفیقۂ حیات! میں نے آخر اپنا مقصد حاصل کر لیا ہے، اب میں کچھ ہی گھڑیوں کا مہمان ہوں، شاید جس وقت یہ ساتھی خط لے کر مجھ سے جدا ہو، اس وقت میں اپنے رب سے جا ملوں... تم میرے حق میں دعا کرتے رہنا اور غمگین نہ ہونا، اس لیے کہ شہید مرتے نہیں۔ زندہ رہتے ہیں،

اللہ تمہارا مددگار ہو۔ احمد غوری۔''

خط کے نیچے جو پتا لکھا تھا، وہ ضرور اس گھر کا تھا... پتا پڑھ کر زاہد نے کہا:

''پتا ضرور یہی ہے، لیکن احمد غوری صاحب کا اس گھر سے قطعاً کوئی تعلق نہیں... ہم نہیں جانتے، احمد غوری نے اپنے گھر کا پتا لکھنے کے بجائے ہمارا پتا کیوں لکھا... مہربانی فرما کر بتائیں... شیخ منصور کا نام سن کر آپ کیوں چونکے تھے، مارے بے چینی کے ہمارا برا حال ہے۔''

''ہمارے آس پاس اس نام کے ایک ساتھی کی بہادری کے بہت چرچے تھے۔ جہاد کے دوران یہ نام بار بار سننے میں آیا... بس اسی لیے میں آپ کے منہ سے یہ نام سن کر چونکا تھا...''

''ان کے بارے میں کیا خبر ہے۔''

''پسپائی کے بعد کسی کو کسی کی کوئی خبر نہیں رہی... مجھے افسوس ہے... میں آپ کو ان کے بارے میں نہیں بتا سکوں گا۔''

''اوہ اچھا... خیر اللہ مالک ہے... لیکن ہم ہمیشہ اس الجھن میں مبتلا رہیں گے کہ احمد غوری نام کے شخص نے اپنے خط پر ہمارا پتا کیوں لکھا تھا اور یہ کہ آپ کی شکل وصورت ہمارے والد سے اس قدر کیوں ملتی ہے... ہمارے والد کے تو کوئی سگے بھائی یا جڑواں بھائی بھی نہیں ہیں... کہ ہم خیال کرتے، کہیں آپ وہ نہ ہوں۔''

''نہیں! میں تو ویسے بھی اس شہر کا رہنے والا نہیں ہوں... یہاں سے دور دراز ایک شہر میں رہتا ہوں اور یہاں میں صرف یہ خط دینے آیا تھا... اب میں اجازت چاہوں گا... مجھے اپنے شہر پہنچنا ہے۔''

''یہ کیسے ہو سکتا ہے۔''

"کیا کیسے ہو سکتا ہے۔" اس نے پوچھا۔

"آپ نے ایک خط پہنچانے کے لیے اس قدر زحمت کی... اگرچہ وہ خط ہمارا نہیں، پھر بھی ہم آپ کے احسان مند ہیں... آپ رات یہیں ٹھہریں... صبح چلے جایئے گا... بلکہ آپ پسند کریں تو دو چار دن یہاں ٹھہر سکتے ہیں۔"

"نہیں خیر... میں دو چار دن تو نہیں ٹھہر سکتا... ہاں صبح تک رک جاتا ہوں۔"

"زاہد! انہیں مہمان خانہ دکھا دو... ان کے کمرے میں ہر چیز رکھ دو۔" خالدہ بیگم نے کہا۔

زاہد اور شاہد مہمان کو دوسرے کمرے میں لے آئے۔ ضرورت کی ہر چیز رکھ کر انہوں نے اس سے اجازت چاہی، اس وقت زاہد کو خیال آیا:

"ہم نے آپ کو صرف چائے پلائی تھی... اس وقت یہ معلوم نہیں تھا کہ آپ کا رات کا قیام یہاں ہوگا... کیا میں کھانا لے آؤں۔"

"میں یہاں آنے سے پہلے ایک ہوٹل سے کھانا کھا چکا ہوں۔"

"اچھی بات ہے... شکریہ... دروازہ اندر سے بند کر لیں۔"

"کیوں... اس کی کیا ضرورت ہے؟" عابد سلیمی نے چونک کر پوچھا۔

"ہمارے علاقے میں آج کل چوریاں بہت ہو رہی ہیں۔"

"اوہ اچھا خیر..."

عابد سلیمی نے دروازہ بند کر لیا... وہ اپنی امی کے کمرے میں آ گئے۔ ادھر خالدہ بیگم نے ہونٹوں پر انگلی رکھی ہوئی تھی... گویا وہ کہہ رہی تھیں... بالکل خاموش... کوئی ایسی ویسی بات منہ سے نہ نکلے...

انہوں نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ لائٹ آف

کر دی... دوسری صبح جب وہ ناشتے کے لیے کھانے کے کمرے میں آئے تو خالدہ بیگم نے ان سے کہا:

"میں ناشتا باورچی خانے میں کر لوں گی، تم مہمان کے ساتھ ناشتا کرو، انہیں بلا لاؤ۔"

"جی اچھا..."

شاہد یہ کہہ کر مہمان خانے کی طرف چلا گیا... واپس لوٹا تو اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

O☆O☆

یہ کیا

''کیا بات ہے شاہد، خیر تو ہے۔'' زاہد اور سلمیٰ پریشان ہو گئے۔

''مہمان کمرے میں نہیں ہے، لیکن اس کا سامان جوں کا توں پڑا ہے۔''

''تب اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔'' زاہد نے منہ بنایا۔

''بھلا پریشانی کی بات کیوں نہیں ہے... آخر وہ کچھ بتائے بغیر کیوں چلے گئے... اور اپنا سامان کیوں چھوڑ گئے۔''

اسی لمحے انہیں اپنی والدہ آتی دکھائی دیں۔ ان کے چہرے پر بھی شدید الجھن تھی۔ انہوں نے ایک بار پھر ہونٹوں پر انگلی رکھ کر انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا، پھر خود بولیں:

''میرے خیال میں تو اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے، اس لیے کہ بعض لوگ چہل قدمی کے بہت شوقین ہوتے ہیں، وہ صبح اٹھنے کے بعد چہل قدمی کے لیے نکل گئے ہوں گے... تھوڑی دیر تک آ جائیں گے... تم لوگ ناشتا کر لو... تمہیں سکول بھی پہنچنا ہے۔'' ان کی والدہ نے جلدی جلدی کہا۔

''جی اچھا۔'' وہ بولے۔

ساتھ ہی ان کی والدہ نے ایک کاغذ ان کی طرف بڑھا دیا...

اشارے میں ان سے کہا:

''یہ پڑھ لو۔''

انہوں نے دیکھا، ان کی والدہ نے لکھا تھا:

''میں خوف محسوس کر رہی ہوں... کہیں یہ ہمارے خلاف کوئی سازش نہ ہو... تم آپس میں ادھر ادھر کی باتیں کر سکتے ہو اور کوئی بات نہ کرنا... اور میں سمجھتی ہوں، ہمیں محمود، فاروق اور فرزانہ کو بلا لینا چاہیے، فرزانہ اور سلمیٰ دونوں کلاس فیلو ہیں اور سہیلیاں بھی... پریشانی کے عالم میں کیا وہ ہمارے کام نہیں آئیں گے۔''

تینوں نے رقعہ پڑھ کر سر ہلا دیے جیسے کہہ رہے ہوں:

''ٹھیک ہے امی جان! آپ فکر نہ کریں... ہم آپ کی بات سمجھ گئے ہیں۔''

اس کے بعد شاہد نے آواز منہ سے نکالی:

''سکول جانے سے پہلے میں آپ کو پکانے کے لیے کچھ لا دوں... مہمان اگر واپس آ گئے تو ان کے لیے بھی کھانے کا اہتمام کرنا ہوگا۔''

''بالکل ٹھیک... تم بہت اچھے اور ذمے دار بچے ہو۔'' خالدہ بیگم نے پیار بھرے انداز میں کہا۔

''آپ کا مطلب ہے... ہم دونوں اچھے اور ذمے دار نہیں ہیں۔'' زاہد نے منہ بنایا، ساتھ میں سلمیٰ کا منہ بھی بن گیا۔

''یہ بات نہیں... تم بھی ذمے دار ہو اور اچھے بچے ہو۔''

انہوں نے ان کے گال تھپتھپائے... پھر شاہد سبزی والا تھیلا اٹھائے گھر سے نکل گیا... اس پر قدرے گھبراہٹ سوار تھی۔ وہ سیدھا ایک پبلک کال آفس گیا۔ اس نے انسپکٹر جمشید کے نمبر ملائے، سلسلہ ملتے ہی محمود کی آواز سنائی دی۔

وہ خوش گوار انداز میں کہہ رہا تھا:

''محمود بات کر رہا ہوں، فرمائیے، آپ کون صاحب ہیں۔''

''میں شاہد بات کر رہا ہوں... سلمیٰ کا بھائی۔''

''اوہ اچھا! یہ آپ ہیں... کیسے یاد کیا۔''

''ہم ایک پریشانی محسوس کر رہے ہیں، ہماری والدہ صاحبہ کا مشورہ ہے کہ ہم آپ کو بلالیں۔''

''اگر کوئی سنگین مسئلہ ہے تو ہم آجاتے ہیں...''

''لیکن آپ کو سکول بھی تو جانا ہوگا۔''

''سنگین معاملات کے لئے ہم چھٹیاں کرنے میں مشہور ہیں، آپ لوگ بھی سکول سے چھٹی کرلیں، ہم ابھی پہنچ جاتے ہیں... لیکن میرا خیال ہے... ہمیں ہلکے قسم کے میک اپ میں آنا ہوگا... ہم آپ کے ہاں مہمان بن کر آرہے ہیں... نام، آصف، ہارون اور ناہید ہوں گے اور ہم آپ کے چچازاد بھائی ہیں... ٹھیک ہے۔''

''بالکل ٹھیک۔''

''آپ فون کے ذریعے سکول میں اطلاع دے دیں کہ آج آپ نہیں آئیں گے، ضروری کام آپڑا ہے۔''

''ٹھیک ہے۔''

اور پھر وہ سبزی وغیرہ خرید کر گھر آگیا۔ جونہی اندر داخل ہوا، زاہد نے مسکرا کر کہا:

''امی جان کا خیال درست نکلا، مہمان چہل قدمی کے لیے نکل گئے تھے۔''

''انہیں بتا کر تو جانا چاہیے تھا۔''

''میں نے ان سے یہ بات کہی تھی... معذرت کرنے لگے۔''

''چلو خیر... کوئی بات نہیں۔''

''امی جان! آج ہم بھی مہمان کی خوشی میں چھٹی کر رہے ہیں۔'' شاہد نے گویا انہیں اطلاع دی۔

''اچھی بات ہے... فون کے ذریعے اطلاع دے دو۔''

انہوں نے فون کر دیا۔ پھر مہمان کے ساتھ ناشتا کرنے بیٹھ گئے۔

''آپ کچھ چپ چاپ ہیں۔''

''میں سوچ رہا ہوں... مجھے اب یہاں سے رخصت ہوجانا چاہیے۔'' اس نے کہا۔

''ہمارا خیال تھا، آپ ایک آدھ دن قیام کریں گے۔''

''اصل میں مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہاں آکر یہ صورت حال بن جائے گی، اب میں آپ لوگوں کی آنکھوں میں الجھن دیکھ رہا ہوں، گویا میری وجہ سے آپ الجھ گئے ہیں، اس لیے میں چاہتا ہوں، یہاں سے رخصت ہوجاؤں۔''

''نہیں نہیں... آپ شوق سے یہاں ٹھہر سکتے ہیں۔ آپ کو دیکھ کر ہمیں ابا جان یاد آجاتے ہیں۔''

عین اس وقت دروازے کی گھنٹی بجی... وہ چونک اٹھے۔ عابد سلیمی بھی ان کی طرف دیکھنے لگا:

''میں دیکھتا ہوں۔'' شاہد نے کہا اور اٹھ کر دروازے کی طرف چلا گیا۔

پھر انہوں نے شاہد کی چیخ کی آواز سنی:

''نہیں... نہیں۔''

وہ گھبرا گئے، دوڑ کر دروازے پر پہنچے، مہمان بھی بیٹھا نہ رہا۔ ان کے ساتھ دروازے پر پہنچ گیا... صرف خالدہ بیگم پردے کی وجہ سے دروازے کی اوٹ میں رہ گئیں۔

دروازے پر پہنچ کر باقی لوگ بھی چلا اٹھے:

''نہیں... نہیں۔''

اس بار ان کی آواز میں عابد سلیمی کی چیخ بھی شامل تھی۔

دروازے پر انہیں شیخ منصور نظر آئے تھے۔

''یا اللہ تیرا شکر ہے... ابا جان آگئے۔'' شاہد ان کی طرف پلٹ پڑا۔

''اللہ تیرا شکر ہے۔''

''م... میں... میں سمجھا نہیں۔'' شیخ منصور نے کہا۔

''آپ کیا نہیں سمجھے؟'' زاہد بولا۔

''یہ آپ نے کیا کہا... ابا جان آگئے... آپ کون سے ابا جان کی بات کر رہے ہیں۔''

''یہ آپ نے کیا کہا... ہم کون سے ابا جان کی بات کر رہے ہیں... ابا جان تو ایک ہی ہوتے ہیں۔''

''اوہ ہاں! معاف کیجیے گا... اس میں شک نہیں، ابا جان ایک ہی ہوتے ہیں...''

''تو کیا آپ بھی ہمارے ابا جان نہیں ہیں۔''

''اف مالک! آپ مجھے ابا جان سمجھ رہے ہیں۔'' دوسرے اجنبی نے کہا۔

''ہاں! اور ہم کر بھی کیا سکتے ہیں، آپ کی شکل ہمارے ابا جان سے بہت ملتی ہے... خیر! اگر آپ بھی ابا جان نہیں ہیں... تو پھر فرمائیے، آپ کون ہیں۔''

''میرا نام عابد سلیمی ہے۔''

''کیا!!!'' ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

عین اس لمحے وہاں ایک ٹیکسی آکر رکی۔ اس میں سے دو لڑکے اور ایک لڑکی اترے... پھر بے ساختہ ان کے منہ سے نکلا:

''اوہو! یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں۔''

☆O☆O

خون آلود خط

ٹیکسی سے اترنے والے تینوں بچے ان کی طرف پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ اس عالم میں کتنے ہی لمحات گزر گئے۔ عابد سلیمی نمبر 1 کا تو سب سے زیادہ برا حال تھا، دوسرا عابد سلیمی بھی سکتے میں نظر آ رہا تھا... ایسے میں محمود کی آواز ابھری:

"میرا خیال ہے، مہمانوں کو خوش آمدید کہنا ہی چاہیے۔"

"اوہ... اوہ... معاف کرنا دوستو! ہم دراصل ایسی صورت حال سے دوچار ہیں کہ ہمیں خود اپنا ہوش نہیں، یہ ہمارے سکول کے دوست ہیں، ان کے نام ہیں، آصف، ہارون اور ناہید۔"

"اوہ... اچھا اچھا۔" پہلے عابد سلیمی نے جلدی سے کہا۔

"میرا خیال ہے، ہمیں اندر چل کر بیٹھ جانا چاہیے، یہاں کھڑے کھڑے تو بات ہو نہیں سکے گی۔" شاہد نے کہا۔

"لل... لیکن یہ سب کیا ہے... میں حیران ہوں... یہ صاحب کون ہیں، ان کی شکل صورت مجھ سے اس قدر کیوں ملتی جلتی ہے۔" دوسرے عابد سلیمی نے کہا۔

"ہم نے تو خود ان کی کہانی ابھی ابھی سنی ہے... اندر آ جائیں، آپ کی

بھی سن لیتے ہیں... معاملہ بہت الجھا ہوا سا ہے۔" زاہد نے جلدی جلدی کہا۔

محمود، فاروق اور فرزانہ جان بوجھ کر خاموش تھے، وہ زیادہ تر خاموش رہ کر تیل دیکھنا چاہتے تھے اور تیل کی دھار دیکھنا چاہتے تھے۔

پھر سب لوگ صحن میں آ کر بیٹھ گئے... خالدہ بیگم باورچی خانے میں تھیں۔

"اب بتایئے... آپ کون ہیں۔" شاہد نے دوسرے عابد سلیمی سے کہا۔

"میں بتا چکا ہوں، میرا نام عابد سلیمی ہے۔"

"یہ تو ہم جان چکے ہیں... آپ یہاں کیسے آئے اور آپ کی شکل صورت ہمارے والد سے کیوں ملتی جلتی ہے۔"

"آپ کا مطلب ہے، ان سے۔" دوسرے عابد سلیمی نے پہلے کی طرف اشارہ کیا۔

"نہیں... یہ بھی ہمارے والد نہیں ہیں، یہ اور بات ہے کہ ان کی شکل اور آپ کی شکل بالکل ایک جیسی ہے اور ہمارے والد کی شکل بھی بالکل ایسی ہی ہے۔"

"یہ تو بہت عجیب بات ہوگئی۔" عابد سلیمی نے کہا۔

"ہاں ہو تو گئی... لیکن اب کیا کیا جا سکتا ہے۔" سلمیٰ بولی۔

"عابد سلیمی صاحب! مہربانی فرما کر اب آپ اپنی کہانی سنائیں۔"

"اچھی بات ہے۔ میں عرض کرتا ہوں... میں محاذ پر گیا ہوا تھا۔"

"کیا!!!" وہ سب لوگ چلائے۔

"جی ہاں! امریکہ اور افغانستان کی جنگ ہو رہی تھی، مسلمان دھڑا دھڑ افغانستان جا رہے تھے تا کہ مسلمانوں کا ساتھ دیں، ان کے ساتھ مل کر امریکہ کا مقابلہ کریں... ہمارا ایک ساتھی جنگ کے دوران شدید زخمی ہو گیا، اس نے مجھ سے کہا...

میں اب شاید زندہ نہیں بچ سکوں گا، لہٰذا میرا خط میرے گھر والوں تک پہنچا دیجیے گا، میں نے کہا، ٹھیک ہے... چنانچہ اس نے خون آلود ہاتھوں سے خط لکھ کر مجھے دے دیا۔ اس خط پر اس گھر کا پتا لکھا تھا... اور شہید ہونے والے ساتھی کا نام خالد غوری تھا... کیا میں غلط جگہ پہنچا ہوں...''

''پتا نہیں... یہ گھر شیخ منصور کا ہے۔''

''کیا!!!'' دوسرا عابد سلیمی زور سے چیخا۔

''اب... اب آپ کو کیا ہوا۔''

''شیخ منصور کا ہمارے آس پاس بہت نام سننے میں آ رہا تھا، سنا ہے، وہ بہت بہادری سے لڑتے رہے تھے، لیکن اگر یہ گھر شیخ منصور کا ہے تو پھر شہید نے اپنا پتا کیوں نہ لکھا... کیا آپ خالد غوری نام کے کسی شخص کو جانتے ہیں۔''

''نہیں بالکل نہیں... البتہ آپ کے لیے ایک حیرت انگیز ترین خبر ضرور ہے ہمارے پاس۔''

''اور وہ کیا؟''

''یہ کہ ان عابد سلیمی کی بھی یہی کہانی ہے... سو فیصد یہی۔''

''کک... کیا... نہیں۔'' وہ چیخا۔

''جی ہاں! انہوں نے بھی بالکل یہی کہانی سنائی ہے جو آپ نے سنائی ہے۔''

''نن... نہیں... یہ کیسے ہو سکتا ہے، شہید ہونے والا ایک ہے، وہ ایک ہی نام کے دو آدمیوں کو ایک ہی مضمون کا خط کیونکر دے سکتا ہے۔ پھر یہ کہ خط پر اپنا پتا لکھنے کی بجائے کسی اور ہی شخص کا لکھتا ہے اور جس کا وہ پتا لکھتا ہے، خط لانے والے کی شکل صورت اس سے بالکل ملتی ہے، کیا یہ سب باتیں عجیب و غریب نہیں۔''

''کوئی ایسی ویسی عجیب، شاید عجیب ہونے میں یہ اپنا جواب نہیں رکھتیں۔'' فاروق بول اٹھا۔

باقی لوگ اسے گھورنے لگے۔

''مہربانی فرما کر ہمیں یہ کہانی نئے سرے سے مکمل طور پر سنائی جائے۔'' محمود نے جلدی سے کہا۔

''اچھی بات ہے میرے دوست آصف۔'' شاہد جلدی سے بولا۔

پھر اس نے پوری تفصیل سنا دی۔ وہ حیرت زدہ انداز میں سنتے رہے، آخر اس کے خاموش ہونے پر فرزانہ نے کہا:

''مطلب یہ کہ اس ساری کہانی میں زبردست قسم کا گڑبڑ گھٹالا ہے۔''

''ہاں اور کیا۔''

''پہلی بات یہ ہے کہ آپ کے والد شیخ منصور کہاں ہیں۔''

''یہ جاننے کے لیے تو ہم کئی ماہ سے بے چین ہیں، لیکن کچھ بھی معلوم نہیں کر سکے۔''

''اور عابد سلیمی صاحب بھی محاذ پر تھے۔ ان کا ایک ساتھی شہید ہونے لگا تو اس نے اپنے گھر والوں کو ایک خط لکھ کر عابد صاحب کو دے دیا، شہید ہونے والے کا نام خالد غوری تھا، خالد غوری نے خط لکھ کر عابد صاحب کو دے دیا، لیکن اس خط پر خالد غوری کا پتا نہیں لکھا تھا، شہید نے شیخ منصور کا پتا لکھا تھا، آخر کیوں... یہ بات سمجھ میں نہیں آئی اور کافی پیچیدگی لیے ہوئے ہے، یہی بات کچھ کم عجیب نہیں تھی کہ ایک اور عابد سلیمی صاحب تشریف لے آئے۔ ان کی کہانی میں اور پہلے عابد سلیمی کی کہانی میں بال برابر بھی فرق نہیں ہے۔ یہی بات ہے نا۔''

''جی... جی ہاں... بالکل۔'' زاہد نے کہا۔

"میرا خیال ہے، ہم یہ مسئلہ حل کر سکتے ہیں۔" محمود کی آواز سنائی دی۔

"کیا مطلب... آپ کیسے حل کر سکتے ہیں بھلا۔" عابد سلیمی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہمارے ایک انکل ہیں... وہ اس قسم کے کاموں کے ماہر ہیں، آپ کہتے ہیں تو ہم انہیں بلا لیتے ہیں۔"

"وہ بھلا کیا کر سکیں گے اس سلسلے میں۔" عابد سلیمی نے منہ بنایا۔

"یہ تو وہ یہاں آ کر ہی بتا سکتے ہیں۔" فرزانہ نے بھی جواب میں منہ بنایا۔

"میرا خیال ہے، اس میں کوئی حرج نہیں... ہم سب آخر یہ تو چاہتے ہیں نا کہ یہ الجھن ختم ہو۔"

"اس میں کیا شک ہے۔" عابد سلیمی نے کندھے اچکائے۔

"بس تو پھر ہمیں اجازت دیں۔"

"ٹھیک ہے... آپ انہیں بلا لیں۔"

"لیکن آخر وہ کس چیز کے ماہر ہیں، یہ بھی تو بتائیں نا۔" پہلے عابد نے کہا۔

"وہ خون کے گروپس اور تحریر کی شناخت کے ماہر ہیں۔"

"یہاں ان دونوں کاموں کی کیا ضرورت پیش آ گئی بھلا۔" دوسرے عابد سلیمی کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"دیکھیے! میں عرض کرتا ہوں... آپ دونوں کے پاس ایک ایک خط ہے، دونوں خط خون آلود ہیں، آپ دونوں کا کہنا ہے... خط ایک ہی شخص کے لکھے ہوئے ہیں، لیکن عقل اس بات کو نہیں مانتی، شہید ہونے کے قریب ایک شخص کو ایک ہی مضمون کے دو خط لکھنے کی آخر کیا ضرورت تھی بھلا... پھر اپنے گھر کے پتے کی بجائے کسی اور

کے گھر کا پتا لکھنے کی کیا ضرورت تھی... لہٰذا وہ پہلے تو یہ معلوم کریں گے کہ کیا واقعی دونوں خط ایک ہی شخص کے لکھے ہوئے ہیں، کیا دونوں خطوط پر ایک ہی شخص کا خون لگا ہوا ہے۔"

"میرے خیال میں ایسا کر لینے میں کوئی حرج نہیں... عابد سلیمی صاحب اور عابد سلیمی صاحب! آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں۔"

"نہیں... بالکل نہیں۔" دونوں ایک ساتھ بولے۔

وہ سب مسکرا دیے۔ پھر محمود نے فون پر اکرام کے نمبر ملائے... ایسے میں اسے خیال آیا... وہ یہاں میک اپ میں ہے اور اس کا نام آصف ہے، لہٰذا انکل اکرام کو بھی میک اپ میں یہاں آنا چاہیے...

اسی وقت سلسلہ مل گیا، دوسری طرف سے اکرام کی آواز سنائی دی:

"سب انسپکٹر اکرام محکمہ سراغرسانی سے بات کر رہا ہوں... فرمائیے۔"

"انکل سعید بن عزیز یہ میں ہوں آصف۔"

"ارے یہ تو محمود کی آواز ہے... ہاں محمود کیا مسئلہ ہے اور یہ تم آصف کیسے بن گئے اور مجھے سعید بن عزیز کیوں بنائے دے رہے ہو، میں اکرام بن عزیز ہوں۔"

"اس وقت میں، ہارون اور ناہید اس پتے پر موجود ہیں، یہاں ایک بہت ہی عجیب اور پے چیدہ ... درپیش ہے... اس سلسلے میں آپ کی مدد اگر ہو جائے تو کیا ہی بات ہے... دو خطوں پر لگے خون کا معائنہ کرانا ہے کہ وہ ایک ہی شخص کا ہے یا دو کا... اور تحریر بھی چیک کرانا ہے کہ ایک ہی شخص کی ہے یا دو کی۔"

"ہوں اچھا! میں سمجھ گیا، تم فکر نہ کرو، میں میک اپ میں آؤں گا، اپنے د ماتحتوں کے ساتھ۔"

"بہت بہت شکریہ انکل! آپ بہت اچھے ہیں۔"

یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا اور وہ ان کی طرف مڑتے ہوئے بولا:

"وہ آدھ گھنٹے تک یہاں پہنچ جائیں گے۔"

ایسے میں فرزانہ کے کانوں نے ایک باریک سی آواز سنی... ساتھ ہی ایک عابد سلیمی نے کہا:

"میں ذرا باتھ روم جاؤں گا۔"

"اوہ اچھا... یہ دروازہ باتھ روم ہی کا ہے۔"

محمود اور فاروق نے فرزانہ کے چہرے پر حیرت کی بجلی چمکتے دیکھی... ادھر عابد سلیمی اٹھا اور باتھ روم کی طرف چلا گیا۔

اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔

O☆O☆

خبردار

"میں دیکھتا ہوں، دروازے پر کون ہے۔"

"نہیں! آپ بیٹھیں... میں دیکھتا ہوں۔" محمود نے جلدی سے کہا۔ اس نے سوچا، نہ جانے دروازے پر کون ہے... سب انسپکٹر اکرام تو اتنی جلدی آنے سے رہے، شاہد اس کا اشارہ پا کر رک گیا۔ محمود اٹھ کر بیرونی دروازے پر چلا آیا، چٹخنی گرانے سے پہلے اس نے کہا:

"باہر کون صاحب ہیں۔"

"جی میں ہوں... بابا فاضل۔"

"بابا فاضل... کون بابا فاضل۔" محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

"گھر کے لوگ مجھے جانتے ہیں، ساتھ والوں کا ملازم ہوں۔"

"اوہ اچھا..." محمود نے کہا اور دروازہ کھول دیا۔

باہر ایک ادھیڑ عمر آدمی کھڑا تھا۔ اس کی ڈاڑھی بڑھی ہوئی تھی اور چہرے پر بہت سادگی ٹپک رہی تھی:

"جی فرمائیے۔"

"وہ... زاہد میاں اور شاہد میاں۔"

"وہ بھی اندر ہیں... کیا ان میں سے کسی کو بلاؤں۔"

"جی ہاں! مالکن نے کچھ چیزیں منگائی ہیں... وہ چیزیں تو وہی دے سکتے ہیں... ویسے آپ کون ہیں۔"

"میں... میرا نام آصف ہے... میں زاہد اور شاہد کا دوست ہوں۔"

"اوہ اچھا... بلائیں پھر انہیں۔"

محمود اسے دروازے پر چھوڑ کر اندر چلا آیا۔

"باہر کوئی بابا فاضل ہیں، ساتھ والے گھر میں ملازم، ان کی مالکن نے کچھ گھریلو چیزیں منگائی ہیں۔"

"اوہ اچھا، میں دیکھتا ہوں۔" شاہد نے کہا اور چلا باہر کی طرف۔ ایسے میں باتھ روم کا دروازہ کھلا اور عابد سلیمی کمرے میں آ گیا۔

کمرے میں خاموشی طاری رہی، سب سوچ میں گم نظر آ رہے تھے۔ پھر شاہد بھی کمرے میں آ کر بیٹھ گیا۔ اس وقت عابد سلیمی نے کہا:

"گویا ہمیں اب ان ماہر صاحب کا انتظار ہے۔"

"جی بالکل۔" محمود نے کہا۔

"کیا اس سے یہ بہتر نہیں کہ ہم اب آپ سے اجازت لیں اور اپنے اپنے گھر کا راستہ لیں... ہمیں کیا ضرورت ہے، اس چکر میں پڑنے کی... ہمیں تو ایک مجاہد نے خط دیا تھا اور ہم اس خط کو پہنچانے یہاں آ گئے، اس میں آخر ہمارا کیا قصور۔"

"قصور تو خیر آپ کا نہیں، لیکن ہمارا بھی تو نہیں ہے۔" زاہد نے کہا۔

"پتا نہیں... کس کا قصور ہے... میں تو پھر اب چلتا ہوں۔" ایک عابد نے کہا۔

"آپ اب اس طرح نہ جائیں... ہمارا اطمینان کرا کے جائیں..."

ایسے میں دروازے کی گھنٹی بج اٹھی۔ محمود فوراً اٹھا:

"شاید وہ آ گئے... میں دیکھتا ہوں۔"

پھر وہ دروازے کی طرف چلا گیا۔ جلد ہی اس کی واپسی ہوئی... اس کے ساتھ میک اپ میں سب انسپکٹر اکرام تھا۔ آتے ہی اس نے کہا:

"یہ ہمارے انکل سعید بن عزیز ہیں۔ ان کے ساتھ ان کے دو ماتحت بھی ہیں... انہیں بیرونی کمرے میں بٹھا دیا گیا ہے... مہربانی فرما کر دونوں خط دے دیں۔"

ان دونوں نے اپنا اپنا خط اس کی طرف بڑھا دیا۔

"معاملہ کیا ہے؟" اکرام بولا... ایک ہی شکل کے دو آدمی دیکھ کر اسے زیادہ حیرت نہیں ہوئی تھی، کیونکہ اس قسم کے معاملات انہیں آئے دن پیش آتے رہتے تھے۔

اب پہلے انہوں نے ساری کہانی سنی، پھر دونوں خط لے کر بیرونی کمرے میں چلے آئے۔ محمود اور فاروق بھی وہیں آ گئے، البتہ فرزانہ ڈرائنگ روم میں بیٹھی رہی۔

"یہ کیا چکر ہے بھئی۔" اکرام نے سرگوشی کی۔

محمود نے فوراً اشاروں میں کہا:

"نہیں انکل! آپ کوئی بات نہیں کریں گے... بس ادھر ادھر کی باتیں کر سکتے ہیں۔"

"اچھا خیر..." انہوں نے اشارہ کیا۔

"کیا حال ہے انکل... آپ خیریت سے تو ہیں، بہت دنوں بعد ملاقات ہوئی۔"

"ہاں بس... مصروفیات ہی ایسی ہیں... اچھا پہلے تو ہم دونوں خطوں پر لگے خون کا جائزہ لیتے ہیں، ٹھیک ہے۔" اکرام سرسری انداز میں بولا۔

"جی... بالکل ٹھیک۔"

"چلو بھئی... خون کا تجزیہ کرو۔" اس نے دونوں ماتحتوں سے کہا۔

"اور یہ تحریر بھی چیک کی جائے گی انکل... ایک ہی شخص کی ہے یا دو کی۔"

"وہ بھی ہو جائے گی... لیکن یہ چکر میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"وہ تو خیر ہماری سمجھ میں بھی نہیں آیا۔"

جلد ہی دونوں ماتحت ان کی طرف آئے:

"دونوں خطوط پر خون ایک ہی شخص کا ہے سر۔"

"اوہ... اچھا۔" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"اور تحریر بھی ایک ہی شخص کی ہے۔"

"حیرت ہے... کمال ہے... ایک شہید ہوتا ہوا شخص ایک ہی مضمون کا خط دو بار کیسے لکھ سکتا ہے... کیا اس کے پاس اتنا وقت تھا، پھر اس نے خط پر اپنا پتا کیوں نہ لکھا... شیخ منصور صاحب کا کیوں لکھا... یہ باتیں سمجھ میں آنے والی نہیں ہیں۔"

"بلکہ دماغ کو چکرا دینے والی ہیں۔" فاروق بول اٹھا۔

"آیئے پھر اس کمرے میں چلیں... ہم ان دونوں میں سے کسی کو نقلی ثابت نہیں کر سکے۔" فرزانہ نے کندھے اچکائے۔

"ابھی ہم نے ان کے کاغذات نہیں دیکھے... یہ کام رہتا ہے... آئیں انکل۔"

وہ پھر ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ سب کی سوالیہ نظریں ان پر جم

گئیں۔

"خون ایک ہی شخص کا ہے، اور خط کی تحریر بھی ایک ہی آدمی کی ہے۔"

"یعنی احمد غوری کی۔"

"یہ نہیں کہا جا سکتا، خون اور تحریر احمد غوری کی ہے یا کس کی ہے، کیونکہ یہ بیان عابد سلیمی صاحب کا ہے... میرا مطلب ہے، دونوں عابد سلیمی صاحبان کا ہے... ارے ہاں... آپ یہاں کہاں رہتے ہیں۔"

"میں اس شہر کا نہیں... دور دراز کے ایک شہر میں رہتا ہوں۔" ایک عابد سلیمی بولا۔ اس بار دوسرا خاموش رہا تھا۔

"اور آپ کہاں رہتے ہیں۔"

"میں بھی دور دراز کے ایک شہر کا ہوں۔"

"اچھا خیر... آپ اپنے شہر کا نام بتائیں۔"

"خان پور۔" دونوں ایک ساتھ بولے۔

"کیا مطلب؟" وہ حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

"اس میں حیرت کی کیا بات ہے... میں خان پور کا رہنے والا ہوں... محلہ گلاب مکان نمبر 704۔"

"اور آپ کا پتا کیا ہے۔"

"یہ میرا پتا ہے... اس کا نہیں... اس کا مطلب ہے... یہ شخص میرے خلاف کوئی چکر چلا رہا ہے۔"

"نہیں... آپ میرے خلاف کوئی چکر چلا رہے ہیں۔"

"آپ آپس میں نہ لڑیں... اور اپنے اپنے شناختی کارڈ دکھائیں۔"

اب دونوں نے شناختی کارڈ نکال کر ان کے سامنے رکھ

دیے... انہوں نے دیکھا... دونوں کارڈوں میں کوئی فرق نہیں تھا۔

''حد ہوگئی یعنی کہ... اب کیا ہمیں یہاں سے خان پور جانا پڑے گا۔''

''نہیں... ہمیں کیا ضرورت ہے اس چکر میں پڑنے کی... میں بات ختم کیے دیتی ہوں۔'' آخر فرزانہ بول اٹھی۔

''کیا مطلب... تم کس طرح بات ختم کیے دے رہی ہو... کیا بات ختم کرنا اس قدر آسان ہے۔'' فاروق جل گیا۔

''ہاں! کیوں نہیں... انہیں یہ خط اس پتے پر پہنچانا تھا، انہوں نے پہنچادیا... آپ دونوں حضرات کا شکریہ... اب آپ تشریف لے جائیں۔''

''گویا میں اتنی دور سے یہ خط دینے کے لیے آیا تھا اور آپ مجھے ایک رات ٹھہرنے کے لیے بھی نہیں کہہ رہے... عجیب بے مروت لوگ ہیں آپ... اچھا میں تو پھر رخصت ہوتا ہوں... مجھے بھی یہاں ٹھہرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔''

''اور میں بھی کیا کروں گا ٹھہر کر۔''

''ضرور تشریف لے جائیں...'' محمود نے کہا۔

البتہ زاہد، شاہد اور سلمیٰ خاموش تھے... انہیں محمود، فاروق اور فرزانہ کا فیصلہ پسند نہیں آیا تھا، کیونکہ وہ اس معاملے کی تہہ تک پہنچنا چاہتے تھے۔

''انکل! آپ کا کام بھی میرا خیال ہے، ختم ہو چکا ہے... لہٰذا آپ بھی اب اپنا وقت نہ ضائع کریں... دفتر کی راہ لیں۔''

''اوہ اچھا۔'' اکرام نے سمجھ جانے والے انداز میں کہا... اور پھر اٹھ کر چلا گیا...

جلد ہی دونوں اپنا سامان اٹھا کر ان کے پاس آ گئے...

''لیجیے جناب! ہم چل دیے، ہم ہمیشہ الجھن میں رہیں گے کہ شہید ہونے

والے ایک شخص نے اپنے پتے کے بجائے کسی دوسرے کا پتا کیوں لکھا تھا... اور اس دوسرے شخص کی شکل صورت ہم دونوں سے کیوں ملتی جلتی ہے... ہم دونوں آپس میں ہم شکل کیوں ہیں... ہمارا باپ ایک کیوں ہے... یہ تو اب گھر چل کر ہی پتا چلے گا۔''

ایک عابد سلیمی جلدی جلدی کہتا چلا گیا۔

''کیا پتا چلے گا... میں بھی تو سیدھا اپنے گھر جا رہا ہوں۔''

''میرا مطلب ہے... اصلی نقلی کا پتا تو وہیں چلے گا۔''

''بالکل ٹھیک... اچھا جناب اللہ حافظ۔''

یہ کہتے ہوئے دونوں گھر سے نکل گئے... پھر جونہی محمود نے بیرونی دروازہ بند کیا... شاہد بول اٹھا:

''یہ تم نے کیا کیا... مم...''

ساتھ ہی محمود نے اس کے منہ پر مضبوطی سے ہاتھ جما دیا اور دبی آواز میں بولا:

''خبردار! ہم سب خطرے میں ہیں... شدید خطرے میں۔''

☆O☆O

نشان مل گیا

محمود نے جلدی سے قلم نکالا اور ایک کاغذ پر کچھ لکھنے لگا۔ پھر وہ کاغذ اس نے زاہد، شاہد اور سلمٰی کے سامنے کر دیا۔ انہوں نے پڑھا، لکھا تھا:

"خبردار! منہ سے کوئی ایسی ویسی بات نہ نکالیں، بس ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہیں۔ اپنے والد کا کوئی ذکر نہ کریں... ذکر کریں تو صرف دعا کے انداز میں کہ یا اللہ ہمارے والد صاحب کا پتا چل جائے، وہ مل جائیں اور بس... یاد رکھیں، یہ لوگ پھر آئیں گے، ان کا خیال ہے، آپ لوگوں نے اپنے والد کو اپنے گھر میں کہیں چھپا رکھا ہے... اب ہم یہاں اپنا کام شروع کریں گے۔"

انہوں نے یہ الفاظ پڑھ کر سر ہلا دیے، تب محمود نے کہا:

"میں ذرا اپنے انکل کو ایک فون کر لوں..."

"ضرور کریں۔"

[illegible] نے پروفیسر [illegible] کے نمبر ملائے، سلسلہ ملنے پر اس نے کہا:

"پروفیسر انکل حامد، یہ میں ہوں ہارون۔"

"کیا کہہ رہے ہو بھائی... نہ تم ہارون ہو، نہ میں پروفیسر حامد... بلکہ تم۔"

"انکل! آپ بات سمجھنے کی کوشش کریں، پتا نوٹ کریں اور جلد یہاں آنے کی کوشش کریں، ہمیں آپ سے خاص خاص کام ہیں... اپنے ساز و سامان کے ساتھ آئیں۔"

"اوہ اچھا! میں سمجھ گیا... فکر نہ کرو اور پتا لکھواؤ، لیکن یہ میرے ساتھ تمہارے دوسرے والے انکل بھی بیٹھے ہیں، کیا خیال ہے، انہیں بھی ساتھ لے آؤں۔"

"جی... ضرور لے آئیں... آپ کا مطلب ہے... انکل سلمان۔"

"بالکل ٹھیک مطلب سمجھا تم نے میرا۔" پروفیسر داؤد کی آواز سنائی دی۔

"تب پھر پتا لکھ لیں۔"

اس نے شیخ منصور کا پتا لکھوا دیا، پھر فون بند کر کے ان کی طرف مڑا:

"کیا تم لوگوں نے کبھی کسی احمد غوری کا نام سنا ہے۔"

"کبھی نہیں۔"

"حیرت ہے... پھر خط لکھنے والے نے نام احمد غوری کا اور پتا یہاں کا کیوں لکھا بھلا۔"

"یہی بات تو اب تک سمجھ میں نہیں آئی۔" زاہد نے پریشان ہو کر کہا۔

"کوئی بات نہیں، آ جائے گی... آہستہ آہستہ۔" فاروق مسکرایا۔

"کیا کہا... آہستہ آہستہ... اس طرح تو نہ جانے کتنا وقت لگ جائے۔"

"مجبوری ہے... وقت تو اب لگے گا۔"

جلد ہی دروازے کی گھنٹی بجی۔ انداز پروفیسر داؤد کا تھا۔ وہ فوراً دروازے پر پہنچے۔ پروفیسر داؤد کے ساتھ خان عبدالرحمان بھی تھے... ان کے چہروں

ے پریشانی جھانک رہی تھی۔ خاص طور پر خان عبدالرحمٰن کی پیشانی پر بہت بل نظر آ رہے تھے۔ آنکھوں میں خوف ہی خوف تھا۔

یہ دیکھ کر وہ لرز گئے۔

''خیریت تو ہے انکل... آپ بہت خوف زدہ نظر آ رہے ہیں۔''

''ہاں مجبوری ہے۔'' خان عبدالرحمٰن بولے۔

''کیا مطلب... کیسی مجبوری۔''

''پہلے پروفیسر صاحب اپنا کام کر لیں، پھر میں بتاؤں گا... ویسے ہمیں تم سے ایسی امید نہیں تھی۔''

''جی... کیا مطلب... کیسی امید نہیں تھی۔''

''یہ بھی بعد میں بتاؤں گا۔''

اب پروفیسر صاحب نے اپنے آلات کے ذریعے مکان کا معائنہ شروع کیا... وہ بہت پریشان اور فکر مند دکھائی دے رہے تھے... جلد ہی انہوں نے پورے مکان سے چند آلات برآمد کر ڈالے... یہ آلات بٹن نما تھے، گویا اس گھر میں ہونے والی ساری گفتگو کہیں آس پاس سنی جا رہی تھی... پروفیسر صاحب نے ان آلات کو بے کار کر دیا، ایک بار پھر انہوں نے پورے مکان کو چیک کیا۔ اس طرح ایک اور بٹن ان کے ہاتھ لگا... اس کو بھی ناکارہ کر دیا گیا... تب جا کر پروفیسر بولے:

''فی الحال تو میں نے اس مکان کو خفیہ آلات سے پاک کر دیا ہے... لیکن کسی وقت بھی ایسے آلات یہاں دوبارہ چسپاں کر دیے جائیں گے... کیونکہ'' وہ کہتے کہتے رک گئے۔

''کیوں کہ کیا؟''

''کیونکہ کا جواب خان عبدالرحمٰن دیں گے۔''

''اوہ ہاں انکل... آخر آپ اس قدر خوف زدہ کیوں ہیں۔''

''یہ پورا گھر فوج کے گھیرے میں ہے... لیکن خفیہ طور پر۔''

''جی... کیا مطلب؟''

عین اس لمحے دروازے کی گھنٹی بہت خوفناک انداز میں بجائی گئی۔

''انہیں پتا چل گیا کہ آلات بے کار کر دیے گئے ہیں۔''

''انکل! دروازہ کھولنے سے پہلے ہمیں بتا دیں، خفیہ طور پر کا کیا مطلب ہے۔''

''باہر موجود کسی بھی شخص کو یا گزرنے والے کو یہ محسوس نہیں ہو سکتا کہ یہ مکان پوری طرح فوج کے گھیرے میں ہے، بس کچھ لوگ سرسری انداز میں کھڑے ہیں، لیکن میں نے انہیں دیکھتے ہی جان لیا ہے کہ وہ فوجی ہیں... وہ حد درجے چوکنے ہیں، اس گھر میں آنے والوں کو تو وہ روکیں گے نہیں، لیکن کوئی جانا چاہے تو جا نہیں جا سکے گا، جب تک وہ چیک نہ کر لیں۔''

عین اسی وقت گھنٹی پہلے سے بھی زیادہ زوردار انداز میں بجائی گئی۔

''اب دیر کرنا مناسب نہیں... پہلے دروازہ کھول دو... یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں کہ باہر کون ہے، کیونکہ بہر حال یہ لوگ دروازہ کھلوا ہی لیں گے، ہم انہیں روک نہیں سکیں گے۔''

''جی اچھا! میں جاتا ہوں۔'' محمود نے کہا اور جا کر دروازہ کھول دیا۔

دروازے پر باوردی ملٹری موجود تھی۔ ان کے ساتھ کچھ غیر ملکی بھی تھے، شکل وصورت اور لباس سے وہ انشارجہ کے نظر آ رہے تھے:

”جی فرمائیے۔“

”ہمیں اطلاع ملی ہے، یہاں ایک عدد دہشت گرد چھپا ہوا ہے، گھر کے افراد نے اسے کسی خفیہ جگہ چھپا رکھا ہے۔“

”تشریف لے آئیں۔“ محمود نے انہیں راستہ دیا اور ڈرائنگ روم کے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

”نہیں! ہم بیٹھیں گے نہیں، فوری طور پر تلاشی لیں گے۔“ آفیسر نے سخت لہجے میں کہا۔

”کیا آپ پردہ کرنے کی مہلت بھی نہیں دیں گے، اس گھر میں آخر ایک خاتون موجود ہیں۔“

”وہ جس کمرے میں ہیں، وہیں رہیں، پہلے ہم باقی مکان کو دیکھیں گے، پھر اس کمرے کی تلاشی لینے سے پہلے انہیں کمرے سے باہر نکال دیں گے... ہمارے ساتھ لیڈی سٹاف بھی موجود ہے، ان کی تلاشی خاتون آفیسر لیں گی۔“

”اچھی بات ہے۔“

اب انہوں نے زور شور سے تلاشی شروع کی، لیکن وہ کچھ بھی تلاش نہ کر سکے... پھر باورچی خانے کی تلاشی لی گئی، اس سے پہلے ایک خاتون آفیسر نے اندر جا کر خالدہ بیگم کی تلاشی بھی لی تھی، پھر وہ انہیں باہر نکال لائی تھی اور دوسرے لوگوں نے آلات کے ذریعے باورچی خانے کو کھنگالا تھا۔

پھر سب لوگ صحن میں آ جمع ہوئے۔ اس وقت ایک غیر ملکی نے ملٹری آفیسر سے کہا:

”انگلیوں کے نشانات اٹھوائے جائیں۔“

”جی بہتر!“

پھر گھر کے مختلف حصوں سے نشانات اٹھائے جانے لگے... اس کام میں بہت وقت لگ گیا۔ وہ تنگ آ کر صحن میں بیٹھ گئے۔ ان کے منہ بری طرح بنے ہوئے تھے۔ اب وہ جان چکے تھے، یہ لوگ دراصل شیخ منصور کو اس گھر سے گرفتار کرنا چاہتے تھے۔ ان سے پہلے دو عدد عابد سلیمی نے آ کر جو چکر چلایا تھا، وہ بھی اسی سلسلے کی کڑی تھا۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ انہوں نے شیخ منصور کو گھر کی کسی خفیہ جگہ میں چھپایا ہوا ہے۔

آخر کار نشانات اٹھانے کا کام مکمل ہوا۔ اب وہ وہیں صحن میں بیٹھ گئے اور اپنے پاس پہلے سے موجود انگلیوں کے نشانات سے ان نشانات کو ملانے لگے۔ یہ کام بھی کافی طویل ثابت ہوا۔ پہلے ان میں سے ایک غیر ملکی زور سے اچھلا، اس کے چہرے پر جوش طاری ہو گیا۔ وہ چلا اٹھا:

”وہ مارا... نشان مل گیا۔“

وہ چونکے، نہ جانے انہیں کیسا نشان مل گیا تھا۔ خان عبدالرحمن نے فوراً کہا:

”نشان مل گیا... کیسا نشان مل گیا؟“

”یہ دیکھیے... شیخ منصور کی انگلیوں کے نشانات یہاں پہلے سے موجود ہیں، اس گھر میں کسی جگہ پر یہ نشانات موجود ہیں... یعنی شیخ منصور کے اور یہی ہمارا خیال تھا... وہ اسی گھر میں کہیں چھپا ہوا ہے، ہمارا خیال درست نکلا... اب بتائیے... اسے کہاں چھپا رکھا ہے۔“

غیر ملکی کی آواز نے ان کے رونگٹے کھڑے کر دیے۔

☆○☆○

کون ہے

چند لمحے تک وہ سکتے کے عالم میں ان کی طرف دیکھتے رہے، پھر محمود نے چونک کر کہا:

''آپ لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ اس گھر میں شیخ منصور موجود نہیں ہیں، گھر کے افراد کو خود ان کی تلاش ہے۔''

''بالکل غلط... گھر میں شیخ منصور کی انگلیوں کے نشانات موجود ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ گھر میں موجود ہے، گویا اسے کسی نے بہت ہی خفیہ جگہ چھپایا گیا ہے۔''

''آپ گھر کی تلاشی لے چکے ہیں۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

''بالکل ٹھیک ہے، اس کا مطلب ہے، شیخ منصور کو کسی بہت ہی خفیہ جگہ پر چھپایا گیا ہے۔''

''آپ اس گھر کی ایک بار کیا سو بار تلاشی لے لیں، ہمارا دعویٰ ہے کہ وہ اس گھر میں نہیں ہیں۔''

''جب کہ ہمارے آلات ہمیں بتا رہے ہیں... وہ یہیں ہیں۔''

''تب پھر آپ اس گھر کو اچھی طرح چھان ماریں۔''

''نہیں! اب ہم اس کام میں وقت ضائع نہیں کریں گے، ہم آپ لوگوں سے اگلوائیں گے کہ انہیں کہاں چھپایا گیا ہے۔''

''دیکھیے جناب! اس طرح آپ قانون کو ہاتھ میں لیں گے۔'' محمود نے فوراً کہا۔

''ہرگز نہیں، بلکہ ہم عین قانون پر عمل کریں گے، ہمارے پاس شیخ منصور کی گرفتاری کے وارنٹ موجود ہیں، جو گھر اسے پناہ دے گا، ساتھ میں اسے بھی گرفتار کیا جائے گا، البتہ اس صورت میں گرفتار نہیں کریں گے جب وہ خود شیخ منصور کو ہمارے حوالے کر دیں گے۔''

''وہ یہاں ہیں ہی نہیں تو حوالے کیسے کر دیں۔''

''ہمیں اگلوانا آتا ہے، ان سب کو کرسیوں سے جکڑ دیا جائے۔''

''ارے ارے! یہ آپ کیا کر رہے ہیں، آپ کو معلوم ہونا چاہیے، ہم لوگوں میں اس وقت ملک کے مایہ ناز سائنس دان پروفیسر داؤد موجود ہیں، دنیا کے مانے ہوئے ریٹائرڈ فوجی خان عبدالرحمن بھی موجود ہیں۔''

''اوہو اچھا! آپ بھی فوجی ہیں، خیر ہم آپ کا احترام کریں گے، آپ بتا دیں، شیخ منصور کہاں چھپے ہوئے ہیں۔''

''افسوس! مجھے معلوم نہیں۔''

''اور اگر معلوم ہوتا تو؟'' آفیسر نے کہا۔

''کیا مطلب؟'' خان عبدالرحمن چونک اٹھے۔

''اگر آپ کو معلوم ہوتا تو کیا پھر بھی نہ بتاتے۔''

''ہم اپنے ملک کے قانون کا پوری طرح احترام کرتے ہیں۔'' خان عبدالرحمن بولے۔

''مطلب یہ کہ اس صورت میں آپ بتا دیتے۔'' آفیسر نے پوچھا۔

''میں جواب دے چکا ہوں۔'' انہوں نے جھلا کر کہا۔

''اس گھر سے آپ لوگوں کا کیا تعلق ہے۔''

''یہ بچے آپس میں کلاس فیلو ہیں۔''

''آپ فوجی ہیں، لہٰذا ہم آپ پر صورت حال واضح کر دیتے ہیں۔ یہ احکامات پڑھ لیں۔'' آفیسر نے چند کاغذات ان کی طرف بڑھا دیے۔

انہوں نے وہ احکامات پڑھے۔ احکامات ہوم سیکرٹری کی طرف سے تھے... ان میں شیخ منصور کی گرفتاری میں مدد دینے کی ہدایات تھیں۔ گرفتاری میں رکاوٹ ڈالنے والوں کو گرفتار کرنے کے احکامات تھے اور یہ کہ کسی پر ذرا سا شک ہو جانے کی بنیاد پر اسے گرفتار کرنے کا حکم موجود تھا۔

''آپ نے یہ کاغذات مجھے کیوں دکھائے ہیں، کیا آپ سے ہم نے تعاون نہیں کیا، گھر کی تلاشی نہیں لینے دی۔''

''لیکن... ہمیں۔'' آفیسر مسکرایا۔

''لیکن ہمیں کیا؟''

''ہمیں آپ پر شک ہے... آپ لوگ ضرور شیخ منصور کے بارے میں جانتے ہیں لہٰذا ہم آپ کو گرفتار کرتے ہیں۔''

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں، بلاوجہ شک؟'' خان عبدالرحمٰن بولے۔

''بلاوجہ نہیں... یہاں گھر سے شیخ منصور کی انگلی کا تازہ نشان ملا ہے، اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں۔''

''آپ لوگوں کو ضرور غلط فہمی ہوئی ہے۔''

''آیئے... آپ لوگوں کو نشانات دکھائیں۔''

پھر انہوں نے نشانات کی فائل ان کے سامنے رکھ دی۔ فائل میں ان کے پاس پہلے سے شیخ منصور کی انگلیوں کے نشانات تھے۔ ان کے شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی بھی فائل میں موجود تھی۔ اس پر موجود نشانات اور فائل میں موجود نشانات بالکل ایک جیسے تھے۔ اب انہوں نے تیسرا نشان دکھایا، جو انہیں گھر سے ملا تھا۔ یہ نشان بھی ان نشانات سے ملتا تھا۔ وہ چند لمحے تک ان نشانات کو غور سے دیکھتے رہے۔ ان کے دل تیزی سے دھڑک رہے تھے۔ کیونکہ ان غیر ملکیوں کی تحقیق غلط نہیں تھی اور ان کے پاس ان کی بات کا کوئی جواب نہیں تھا، لیکن ساتھ ہی وہ بھی اس بات میں سچے تھے، انہیں شیخ منصور کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا۔

''اب آپ کیا کہتے ہیں۔'' آفیسر طنزیہ انداز میں مسکرایا۔

''اس میں شک نہیں کہ ہمیں شیخ منصور کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔''

''گھر کے افراد کو ضرور معلوم ہے... اگر انہیں کچھ معلوم نہ ہوتا تو جو آلات ہم نے گھر میں نصب کیے تھے، ان کو آپ لوگ کیوں بیکار کرتے... جونہی آپ نے آلات بیکار کیے، ہم نے جان لیا، گھر کے افراد اس معاملے سے ضرور باخبر ہیں، چنانچہ ہم انہیں گرفتار کر کے لے جا رہے ہیں، شیخ منصور کہاں ہیں، یہ بات یہ لوگ ہمارے دفتر پہنچتے ہی بتا دیں گے۔''

ان کے سر گھوم گئے، ان لمحات میں انہوں نے گھر کے تینوں بچوں کی آنکھوں میں خوف کے سائے تھے، ادھر وہ بری طرح گھبرا گئے تھے۔ اس وقت ان کی مدد کرنے کا مطلب تھا، قانون کے راستے میں رکاوٹ ڈالنا اور اس بنیاد پر وہ انہیں گرفتار کر لیتے...

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، جیسے کہہ رہے ہوں، اب کیا کریں... اچانک فرزانہ چہکی:

''وہ مارا۔''

''کیا مطلب... کیا مارا۔''

''گھر کی کسی جگہ سے ملنے والے نشانات پرانے ہیں، اس وقت کے جب ابھی شیخ منصور محاذ پر نہیں گئے تھے... آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ وہ بالکل تازہ نشانات ہیں۔''

''ماہرین کے لئے تازہ اور پرانے نشانات میں فرق کرنا قطعاً مشکل نہیں۔'' آفیسر مسکرایا۔

''تب پھر ہمیں اجازت دیں... ہم اپنے ماہر سے نشانات کو چیک کرالیں۔''

''اس طرح اگرچہ وقت ضائع ہوگا، لیکن اس کا یہ فائدہ بھی ہوگا کہ پھر ان لوگوں کے پاس کوئی راستہ نہیں رہ جائے گا... لہٰذا آپ کسی بھی ماہر کو بلا کر نشانات چیک کروالیں۔''

''بہت بہت شکریہ۔'' محمود مسکرایا۔

فرزانہ کی ترکیب کام دکھا گئی تھی... اب وہ اس پوزیشن میں تھے کہ اپنے والد کو ان حالات سے باخبر کرسکتے... چنانچہ محمود نے اپنا موبائل نکال کر نمبر ڈائل کرنا چاہے۔ اسی وقت غیر ملکی بول اٹھا:

''یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔''

''آپ ہی نے تو اجازت دی ہے... ہم ماہر کو بلا سکتے ہیں۔''

''لیکن فون ہم کریں گے... آپ ماہر کے نمبر بتا دیں۔''

محمود نے اپنے والد کا موبائل نمبر بتا دیا۔ آفیسر نے یہ نمبر ڈائل کیے۔ سلسلہ ملنے پر دوسری طرف سے فوراً کہا گیا:

''فرمایئے! کیا خدمت کرسکتا ہوں۔''

''آپ کون ہیں۔''

''آپ نے کس نمبر پر رنگ کیا ہے۔'' دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

''کیا یہ فنگر پرنٹ کے کسی ماہر کا نمبر ہے۔''

ایسے میں فرزانہ کے منہ سے بے ساختہ انداز میں نکلا:

''ہائے میں مرگئی۔'' ساتھ ہی وہ تیزی سے نیچے جھکی۔

''کیا ہوا'' محمود نے بوکھلا کر کہا۔

''آپ نے بتایا نہیں۔'' آفیسر فون میں بولا

''ہاں! میں فنگر پرنٹ کا ماہر ہوں۔'' دوسری طرف سے انسپکٹر جمشید نے فوراً کہا، کیونکہ اب وہ محمود اور فرزانہ کی آوازیں سن چکے تھے اور انہوں نے محسوس کرلیا تھا کہ معاملہ نازک ہے، چنانچہ فوراً کہہ دیا کہ وہ فنگر پرنٹ کے ماہر ہیں۔ اور یہ بات غلط بھی نہیں تھی، وہ فنگر پرنٹ کے بھی ماہر تھے۔

''اچھی بات ہے... آپ فوری طور پر یہاں تشریف لے آئیں... آپ کے کچھ دوست آپ کو یہاں چاہتے ہیں۔''

''میری ان سے بات کرائیں... وہ میرے کون سے دوست ہیں۔''

''یہ لیں... بات کریں۔'' آفیسر نے منہ بنا کر فون محمود کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے فون میں کہا:

''جی ہاں! آپ یہاں آجائیں... آپ کی بہت ضرورت ہے۔''

ساتھ ہی اس نے پتا لکھوا دیا... اسی لمحے دروازے کی گھنٹی بجی...

وہ بری طرح چونکے۔ شاہد نے جلدی سے کہا:

"میں دیکھتا ہوں... دروازے پر کون ہے؟"

"خبردار! تم اپنی جگہ سے حرکت بھی نہیں کرو گے... دروازے پر ہمارا آدمی جائے گا۔"

ساتھ ہی اس نے ایک ماتحت کو اشارہ کیا... وہ تیر کی طرح دروازے کی طرف چلا۔

اب ان کے دل بری طرح دھک کر رہے تھے۔

☆O☆O

اسے پکڑ لو

ماتحت نے دروازہ کھولا۔ باہر کھڑے شخص کو دیکھ کر وہ بری طرح چونکا۔ اس کی شکل صورت اس تصویر سے ملتی جلتی تھی جو انہیں دی گئی تھی، یعنی شیخ منصور کی تصویر سے۔

"آپ کون ہیں؟" ماتحت نے سرسراہٹ زدہ لہجے میں کہا۔

"شیخ مسرور۔" یہ کہتے وقت وہ مسکرایا۔

"شیخ مسرور! میں سمجھا نہیں۔" ماتحت کے لہجے میں حیرت تھی۔

"پہلے تو آپ مجھے یہ سمجھا دیں کہ آپ کیا نہیں سمجھے تاکہ میں آپ کو وہ سمجھا سکوں۔"

ماتحت نے اسے تیز نظروں سے گھورا، پھر غرایا:

"آپ کا یہاں کیا کام، اس گھر سے آپ کا کیا تعلق ہے۔"

"اور میں کہتا ہوں، آپ مجھ سے یہ پوچھنے والے ہیں کون، یہ میرے بھائی کا گھر ہے۔"

"آپ کا مطلب ہے، آپ شیخ منصور کے بھائی ہیں۔"

"جی ہاں جناب... کیا آپ کو کوئی اعتراض ہے، آخر دروازہ کھولنے

کے لیے گھر کا کوئی فرد کیوں نہیں آیا۔''

''گھر کے افراد اس وقت بہت زیادہ مصروف ہیں، آپ کچھ خیال نہ کریں، آیئے میں آپ کو ان تک لے چلتا ہوں۔''

''شکریہ!'' شیخ مسرور نے خوش ہو کر کہا۔

''یہ آپ بات بات پر مسکراتے کیوں ہیں۔'' ماتحت جل گیا۔

''میرا نام مسرور ہے نا۔'' وہ پھر مسکرایا۔

''اچھا بس... اپنی اس مسکراہٹ کو اپنے پاس رکھیں۔''

''تو میں نے یہ آپ کو دی کب ہے... مسکراہٹ بھی بھلا کوئی دینے کی چیز ہے اور آپ لے بھی کیسے سکتے ہیں اسے۔''

''آپ خاموش نہیں رہ سکتے۔'' ماتحت نے بھنا کر کہا۔

''ضرور رہ سکتا ہوں، خاموش رہنا میرے لیے ذرا بھی مشکل نہیں، یوں بھی میں زیادہ تر تو خاموش ہی رہتا ہوں اور کوشش کرتا ہوں، اپنی کہنے کی بجائے دوسروں کی سنوں، تاکہ میرے علم میں اضافہ ہو سکے، کیا خیال ہے آپ کا اس بارے میں، میں غلط کہہ رہا ہوں یا سچ۔''

''یہ آپ چپ ہوئے ہیں۔''

''جی نہیں، وہ تو میں اب ہوں گا، لیجیے ہو گیا، اب جب آپ کو ضرورت ہو، بتا دیجیے گا... میں پھر سے بولنے لگوں گا۔''

''میں تو اب نہیں بتاؤں گا کم از کم۔'' وہ جھلا کر بولا۔

پھر وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے آیا... سب بری طرح اچھلے، کیونکہ شکل صورت شیخ منصور جیسی تھی۔

''آپ... آپ لوگ غلط سمجھ رہے ہیں... میں شیخ منصور نہیں ہوں...

ان کا بھائی ہوں... بچپن میں ناراض ہو کر گھر سے چلا گیا تھا، پھر لوٹ کر نہیں آیا، اب ایک مدت بعد آیا ہوں۔''

''اوہ... اوہ... چچا جان... یہ آپ ہیں۔'' زاہد، شاہد اور سلمیٰ پکار اٹھے۔

پھر وہ آگے بڑھ کر اس کے گلے سے لگ گئے۔

''حد ہو گئی.. چلے ہیں گلے ملنے... ارے بھئی پہلے اس بات کی تصدیق تو کر لیں، یہ واقعی آپ کے چچا جان ہیں یا کوئی اور چکر ہے۔''

''کیا مطلب... چکر کیسا؟''

''آپ اتنا عرصہ کہاں رہے۔''

''یہ ایک لمبی کہانی ہے، پھر کسی وقت سناؤں گا... یہاں کیا چکر ہے، یہ کون لوگ ہیں، میرے بھائی کے بچے تو تم تینوں لگتے ہو۔''

''جی ہاں! ان حضرات کو ابو کی تلاش ہے، ان کا تعلق خفیہ پولیس سے ہے اور ان کے ساتھ امریکی آفیسر بھی ہیں۔ دراصل ابو محاذ پر چلے گئے تھے، وہاں جا کر وہ امریکیوں سے لڑے۔ ہمیں ان کا کوئی پتا نہیں... لیکن یہ امریکی حضرات ایسے لوگوں کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں... ان کا مطلب ہے... کوئی آئندہ ان سے لڑنے کی جرات نہ کرے، لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے، مسلمان نہ کبھی رکے ہیں نہ رکیں گے۔'' زاہد پر جوش انداز میں کہتا چلا گیا۔

''آپ نے کیا بتایا جناب! آپ شیخ منصور کے بھائی ہیں اور بچپن میں ناراض ہو کر گھر سے چلے گئے تھے۔''

''ہاں! یہی بات ہے... لیکن لگتا ہے، میں غلط وقت پر آیا ہوں، دراصل میں بھی محاذ پر لڑتا رہا ہوں۔''

''یہ صاحب کوئی چکر باز لگتے ہیں، یہ لگتے بھی میک اپ میں ہیں، پہلے تو

ذرا ان کے چہرے کو اصل حالت میں لے آیا جائے۔'' امریکی نے کہا۔

''اوکے سر... ابھی لیجیے۔''

اب تین چار آدمی شیخ مسرور کی طرف بڑھے۔

''ارے ارے! یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔'' وہ گھبرا گئے۔

''آپ ذرا خاموش رہیں۔ اس بات کا زبردست امکان ہے کہ آپ ہی شیخ منصور ہوں۔''

''آپ... آپ کو خوش فہمی ہوئی ہے۔'' شیخ مسرور نے فوراً کہا۔

''خوش فہمی نہیں جناب... اس موقعے پر آپ کو کہنا چاہیے تھا، غلط فہمی'' فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

''یہ... یہ کون ہے... ارے... بلکہ یہ کون لوگ ہیں۔''

''ہمارے دوست۔'' شاہد نے کہا۔

''اوہ اچھا اچھا۔''

اب ماہرین نے اس کے چہرے کی مرمت شروع کر دی... جلد ہی ایک نیا چہرہ نکل آیا:

''دیکھا! میں نے کہا تھا نا... یہ فراڈ ہے... یہ شیخ منصور کا بھائی نہیں ہے۔'' امریکی چہکا۔

اب اجنبی کے چہرے پر خوف ہی خوف تھا۔

''سچ بتاؤ... کون ہو تم۔''

''م... میں... شیخ منصور کا ایک دوست... اس کے ساتھ محاذ پر تھا۔''

''کیا... وہ مارا... اب آئے گا مزہ۔'' امریکی اچھل پڑا۔ اس کے ساتھی بھی خوش ہو گئے۔

''یہ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں... آپ ہمارے والد کے دوست ہیں... اور آپ بھی وہاں لڑتے رہے ہیں۔''

''ہاں! بالکل یہی بات ہے۔''

''لیکن جناب! یہ بات آپ کو بتانے کی کیا ضرورت تھی... اب یہ لوگ آپ کو بھی گرفتار کر لیں گے۔''

''نن... نہیں... نہیں۔'' شیخ مسرور مارے خوف کے چلا اٹھا۔

''نہیں کریں گے... ایک شرط پر۔'' امریکی نے گویا اعلان کیا۔

''نہیں کریں گے... ایک شرط پر... کیا نہیں کریں گے... اور کس شرط پر نہیں کریں گے۔'' فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

''ہم آپ کو گرفتار نہیں کریں گے... شرط یہ ہے کہ آپ بس یہ بتا دیں، شیخ منصور کہاں چھپے ہیں۔''

''نن نہیں... میں نہیں بتاؤں گا۔''

''کک... کیا مطلب... کیا آپ کو معلوم ہے... وہ کہاں چھپے ہیں۔'' زاہد نے چلا کر کہا۔

''نن نہیں... مجھے معلوم نہیں۔''

''اسے پکڑ لو... اس کی کن پٹی پر پستول کی نال رکھ دو... میں تین تک گنوں گا... بتا دیا تو ٹھیک... ورنہ تم اسے گولی مار دینا۔''

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں جناب... یہ قانون کو ہاتھ میں لینے والی بات ہے۔''

''اس ملک کا قانون ہماری انگلیوں پر ناچتا ہے۔''

پھر شیخ منصور کی کن پٹی پر پستول کی نالی رکھ دی گئی۔

"ہاں شیخ مسرور یا جو بھی تمہارا نام ہے... بتاؤ... شیخ منصور کہاں ہے...
میں صرف تین تک گنوں گا... ایک..."

یہاں تک کہہ کر وہ رکا... شیخ مسرور کے جسم میں کپکپی طاری ہوگئی... چہرے کا رنگ اڑ چکا تھا اور آنکھوں میں دہشت ہی دہشت نظر آ رہی تھی۔

"آپ... آپ تو کہہ رہے تھے... آپ محاذ پر شیخ منصور کے ساتھ لڑتے رہے ہیں۔" محمود نے منہ بنایا۔

"ہاں... یہ ٹھیک ہے۔"

"تب پھر! اس وقت کیوں بھیگی بلی بن گئے۔"

"آپ کو معلوم نہیں... یہ لوگ ہم جیسوں کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔"

"لیکن آپ کو ہمارے والد کا پتا انہیں نہیں بتانا چاہیے۔"

"دو..." آفیسر گرجا۔

کمرے میں موت کا سناٹا چھا گیا... کیونکہ اب اس کے تین کہنے کی دیر تھی... پھر پستول کی گولی شیخ مسرور کے دماغ میں اتر جاتی۔

"ٹھہرو... میں... میں بتانے کے لیے تیار ہوں۔" شیخ مسرور نے لرزتی آواز میں کہا۔

"نن... نہیں... نہیں۔" وہ سب چلائے۔

"شاباش شیخ مسرور... اب تم نے خود کو مصیبت سے بچا لیا... ہاں بتاؤ... وہ کہاں چھپا ہے۔"

"میں وہ جگہ آپ کو دکھا سکتا ہوں... اس کے بارے میں بتا نہیں سکتا، کیونکہ میں اس علاقے سے واقف نہیں ہوں۔"

"کوئی بات نہیں... تم ہمارے ساتھ چلو... آؤ... جلدی کرو۔" امریکی

نے بے چین ہو کر کہا۔

"شیخ... چلیے" اس کے منہ سے نکلا۔

"نن... نہیں... نہیں" شیخ منصور کے بچے چلائے۔

ایسے میں دروازے کی گھنٹی بج اٹھی... وہ چونکے... انہیں تو یاد ہی نہیں رہا تھا... فنگر پرنٹ کے ماہر کو بلانے کے بہانے انہوں نے اپنے والد کو فون کیا تھا... گھنٹی بجانے کا انداز انہی کا تھا، ان کے چہرے کھل اٹھے...

"وہ آ گئے فنگر پرنٹ کے ماہر۔"

"اب ہمیں ان کی ضرورت نہیں رہی... ہم شیخ مسرور کے ساتھ جائیں گے... اور بس... آؤ... چلیں۔"

اس نے کہا اور دروازے کی طرف مڑ گیا۔ باقی لوگ بھی اس کے پیچھے چلے... شیخ مسرور کو دو آدمیوں نے بازوؤں سے پکڑا ہوا تھا۔ وہ باہر نکلے تو دروازے پر انہیں اپنے والد کھڑے نظر آئے۔ امریکی اور اس کے ساتھیوں نے ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا... ان کے پاس سے گزرتے ہوئے اپنی گاڑیوں کی طرف بڑھ گئے۔

"یہ... یہ کیا۔" انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔

"مم... میرا خیال ہے... ہمیں بھی اپنی گاڑی میں ان کے تعاقب میں چلنا چاہیے۔" محمود بولا۔

"یہ... یہ ٹھیک رہے گا۔" خان عبدالرحمٰن نے کہا۔

اور پھر وہ ان کی بڑی گاڑی کی طرف بڑھے۔

"بھئی کچھ مجھے بھی تو بتاؤ" انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔

"آئیے... بتاتے ہیں۔"

پھر وہ سب گاڑی میں سوار ہو گئے۔ امریکیوں کی گاڑی آگے
آگے اور ان کی پیچھے پیچھے تھی۔

آدھ گھنٹے کے سفر کے بعد اگلی گاڑی ایک بڑی سی عمارت کے
سامنے رکی۔

وہ سب بری طرح چونکے۔

☆O☆O

نہیں ہونے دیں گے

اگلی گاڑی سے شیخ سرور نیچے اترے۔ ان کے ساتھ امریکی
اور مقامی پولیس مین بھی اتر آئے۔

''تت... تو کیا وہ اس عمارت میں چھپا ہے۔''

''جی... جی نہیں۔'' شیخ مسرور نے بوکھلا کر کہا۔

''تب پھر... تم یہاں کیوں لائے ہو۔'' پولیس آفیسر نے سخت لہجے میں
کہا۔

''میں آپ کو غلط جگہ پر نہیں لایا، لیکن آپ شیخ منصور کو زندہ گرفتار نہیں
کر سکتے، جونہی وہ آپ لوگوں کو دیکھے گا، خود کو بم سے اڑا لے گا، اس بات کا اظہار وہ
کئی بار کر چکا ہے... ہاں اگر آپ مجھے چھوڑ دینے کا وعدہ کریں تو میں اسے گرفتار
کرا سکتا ہوں... وہ مجھے اپنا دوست اور ہمدرد سمجھتا ہے... لہٰذا پہلے مجھے اندر جانے
دیں، میں باتوں میں لگا کر اس کا بم بے کار کر دوں گا، پھر آپ کو اشارہ دوں گا۔''

''غدار۔'' زاہد نے نفرت زدہ لہجے میں کہا۔

اس نے جیسے سنا ہی نہیں۔

''ٹھیک ہے... ہمیں منظور ہے، لیکن اگر تم نے دھوکا دینے کی کوشش کی تو

پھر ہم سے برا کوئی نہیں ہوگا، پھر جو حشر ہم شیخ منصور کا کریں گے، وہی تمہارا کریں گے۔"

"نن نہیں... نہیں... میں... میں اپنی جان بچانے کے لیے ہی سب کر رہا ہوں۔"

"بے ایمان... دھوکے باز۔" شاہد غرایا۔

"تم لوگ چپ رہو... تم کیوں آئے ہو ہمارے پیچھے۔"

"آپ نے ہمیں پیچھے آنے سے منع نہیں کیا تھا۔" محمود نے برا سا منہ بنایا۔

"اچھا چپ رہو۔" امریکی غرایا۔

"میرے لیے کیا حکم ہے۔" شیخ سرور بولے۔

"اندر چلے جاؤ... اور جونہی بم بیکار کرو... ہمیں اشارہ دے دینا۔"

"آپ لوگ ایک طرف ہو جائیں... وہ دروازہ کھولنے کے لیے آئے گا... کہیں آپ لوگوں کو دیکھ نہ لے، یاد رکھیں، اگر اس نے بم کا بٹن دبا دیا تو ساتھ میں ہم سب بھی مریں گے، بہت خطرناک بم ہے اس کے پاس۔"

"ٹھیک ہے... فکر نہ کرو... ہم ایک طرف ہو جاتے ہیں، لیکن تم ہماری زد میں ہو گے۔"

"ٹھیک ہے۔" یہ کہہ کر شیخ منصور آگے بڑھا۔

اس بڑی عمارت کے ساتھ ایک چھوٹا سا مکان تھا۔ اس نے اس کے دروازے پر دستک دی... ساتھ ہی دروازے کو دھکیلا تو وہ کھل گیا۔ گویا دروازہ اندر سے بند نہیں تھا۔ وہ فوراً اندر داخل ہو گیا... اس نے دروازہ اسی طرح کھلا چھوڑ دیا... باقی لوگ دروازے پر نظریں جمائے کھڑے رہے... محمود، فاروق اور

فرزانہ وغیرہ کے دل دھک دھک کر رہے تھے۔

پھر تین منٹ گزر گئے... اس کی طرف سے کوئی اشارہ موصول نہ ہوا... امریکیوں اور مقامی پولیس والوں کے چہروں پر الجھن کے آثار نظر آئے۔

"اتنی دیر لگ گئی... کمال ہے۔" امریکی نے کہا۔

"اندر چل کر دیکھنا چاہیے۔" پولیس آفیسر نے کہا۔

پھر امریکی کا اشارہ پا کر وہ اپنے ساتھیوں کو ساتھ لیے آگے بڑھا۔ امریکی وہیں کھڑے رہے۔ انہوں نے پولیس کو اندر داخل ہوتے دیکھا، جلد ہی ایک حیرت زدہ آواز ابھری:

"ارے! یہ کیا... سر جلدی اندر آئیں۔"

اب امریکی آگے بڑھے۔

"کیا ہم بھی اندر آ سکتے ہیں سر۔" محمود نے کہا۔

"نہیں!" امریکی کا لہجہ سخت تھا۔

پھر وہ اندر داخل ہو گئے۔ انہوں نے سوالیہ انداز میں پولیس آفیسر کی طرف دیکھا۔ اس نے بتایا:

"سر! اندر کوئی بھی نہیں ہے، اس مکان کے پچھلی طرف بھی ایک دروازہ ہے، وہ دونوں اس سے نکل گئے، پچھلے دروازے کے آس پاس دو آدمیوں کے نشانات بالکل واضح موجود ہیں۔"

"اوہ... اوہ... ہم سے غلطی ہوئی، ہمیں اس کے ساتھ اندر داخل ہونا چاہیے تھا۔"

ان لوگوں نے پیروں کے نشانات کا غور سے جائزہ لیا، ان

کے فوٹو بھی لیے گئے تاکہ بعد میں کام آسکیں۔ پھر تھک ہار کر وہ باہر نکل آئے... ایسے میں ان کی نظر ساتھ والی عمارت پر پڑی۔ امریکی نے کہا:

"پتا کریں... یہ عمارت کیسی ہے... دروازہ بند ہے اور باہر مسلح چوکیدار موجود ہے... اس سے پوچھیں۔"

پولیس آفیسر اس کی طرف گیا... اور جلد ہی لوٹ آیا۔ اس نے بتایا:

"یہ ایک دینی مدرسہ ہے... پورے ملک سے آئے ہوئے طلبہ اس میں قرآن اور حدیث کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔"

"وہ مارا... بن گیا کام... وہ دونوں اس مکان سے نکل کر اس مدرسے میں داخل ہوئے ہیں... ورنہ اتنی جلدی تو وہ دونوں غائب نہیں ہو سکتے تھے۔ اب ہم اس مدرسے کی تلاشی لیں گے۔"

"بہت بہتر۔" پولیس آفیسر نے کہا اور مدرسے کو گھیرے میں لینے کا اشارہ کیا۔ ان کے ساتھ پولیس کافی تعداد میں تھی۔

چوکیدار نے اندر پیغام بھیجا کہ پولیس تلاشی لینا چاہتی ہے، مدرسے کی انتظامیہ کے چند افراد فوراً باہر آگئے:

"آپ کس سلسلے میں تلاشی لینا چاہتے ہیں۔"

"یہاں دو دہشت گرد چھپے ہوئے ہیں، بلکہ یہ پورا مدرسہ دہشت گردوں کے لیے پناہ گاہ ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہیں آپ، ہمارے مدرسے کا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں۔"

"تب تو آپ فکر نہ کریں اور ہمیں تلاشی لینے دیں... کیونکہ اس صورت

میں ہم کچھ بھی تلاش نہیں کر سکیں گے۔"

"لیکن اس طرح ہمارے مدرسے کی بدنامی تو ہوگی، اخبارات میں خبریں تو لگیں گی، لوگوں کی نظریں تو ہم پر اٹھیں گی۔"

"ہمیں اس سے غرض نہیں۔"

"کیا آپ کے پاس ہمارے مدرسے کی تلاشی کے وارنٹ ہیں۔"

"وارنٹ نہیں ہیں، لیکن وارنٹ حاصل کرنا ذرا بھی مشکل نہیں ہے... ایک فون کریں گے، وارنٹ آجائیں گے، اس لیے آپ ان کے بغیر تلاشی دے دیں، یہ آپ کے حق میں بہتر رہے گا۔"

"نہیں جناب! ہمیں کیا پتا، آپ حکومت کی طرف سے آئے بھی ہیں یا نہیں..."

"کیا مطلب؟" امریکی کی بھنویں تن گئیں۔

"اس بات کا بھی امکان ہے... آپ حکومت کی اجازت کے بغیر یہ کارروائیاں کر رہے ہوں۔"

"اچھی بات ہے... اب ہم پہلے وارنٹ حاصل کریں گے۔" امریکی غرایا۔

"یہ اچھی بات ہے۔"

اور پھر وارنٹ آگئے۔ مدرسے کی تلاشی شروع ہوئی۔ ایک ایک کمرہ دیکھا گیا... پھر پورا مدرسہ دیکھ ڈالا گیا اور وہاں سے شیخ منصور یا شیخ مسرور برآمد نہ ہوئے تو ان کا رخ کتب خانے کی طرف ہو گیا۔ وہ لگے کتابوں کو الٹ پلٹ کر دیکھنے۔

"آخر آپ کتابوں میں کیا دیکھ رہے ہیں، کیا دہشت گرد ان کے اندر

چھپے ہوئے ہیں۔'' ایک استاد نے بنا کر پوچھا۔

''دیکھ رہے ہیں... یہاں کیا پڑھایا جاتا ہے، کہیں دہشت گردی کی تعلیم تو نہیں دی جاتی۔'' امریکی بولا۔

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں...'' استاد صاحب نے حیران ہو کر کہا۔

''ہم جانتے ہیں، اس ملک کے دینی مدارس دراصل دہشت گردی کی تعلیم دیتے ہیں... اور ہم یہ بات ابھی ثابت کر دیں گے... پھر دیکھیے گا، ہم آپ کے خلاف کیا کرتے ہیں۔''

''کیا مطلب؟'' وہ زور سے چونکے۔

''اگر یہ بات ثابت ہو گئی کہ یہاں دہشت گردی کی تعلیم دی جاتی ہے تو ہم اس مدرسے کو نہ صرف بند کرا دیں گے بلکہ انتظامیہ کو گرفتار بھی کریں گے۔''

''یہ... یہ بہت بڑی زیادتی ہو گی۔''

''دہشت گردوں کے ساتھ ہمیں آہنی ہاتھ سے نمٹنے کی ہدایات ملی ہیں۔'' پولیس آفیسر نے فوراً کہا۔

''اللہ اپنا رحم فرمائے، آپ تو ہمیں زبردستی دہشت گرد بنائے دے رہے ہیں۔''

''زبردستی نہیں، ثبوت کے ساتھ۔'' امریکی بولا۔

''اچھا جناب! دکھائیے پھر ثبوت۔''

انہوں نے کتابوں پر اپنا کام جاری رکھا... جلد ہی وہ ان میں سے جہاد کی آیات اور احادیث تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے... ان کے چہرے چمک اٹھے، بولے:

''یہ دیکھیے... یہ رہا ثبوت کہ آپ دہشت گردی کی تعلیم دیتے ہیں۔''

''حد ہو گئی... ارے صاحب! یہ قرآن اور حدیث کی تعلیم ہے۔''

''لیکن اس سے دہشت گردی کی تعلیم ثابت ہو رہی ہے۔''

''توبہ... استغفر اللہ...'' انتظامیہ کے لوگ پکار اٹھے۔

''ان لوگوں کو گرفتار کر لیا جائے... انہوں نے ہی ان دونوں کو کہیں چھپایا ہے، یہ دہشت گردوں کے سرپرست ہیں، دفتر لے جا کر جب ان پر سختی کی جائے گی تو یہ فوراً اگل دیں گے کہ انہوں نے دہشت گردوں کو کہاں چھپایا ہے۔''

''نہیں نہیں نہیں۔'' سب چلائے۔

پھر جونہی اس بات کا پتا طالب علموں کو چلا، سب کے سب مدرسے کے صحن میں جمع ہو گئے۔ ادھر سے پولیس مدرسے کے استاد صاحبان کو گرفتار کر کے لا رہی تھی... طلبہ ان کے راستے میں آ گئے۔

''ہم یہ نہیں ہونے دیں گے۔'' طلبہ چلائے۔

☆O☆O

تجربہ ہو گیا

طلبہ کا ہجوم دیکھ کر پولیس والے اور امریکی چکرا گئے۔ انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پھر مدرسے کے استاد صاحبان سے بولے:

''انہیں روکیں، ورنہ انجام اچھا نہیں ہوگا، یہاں پر اتنی پولیس آئے گی کہ آپ کے مدرسے کے ایک ایک طالب علم کو پکڑ کر لے جائے گی۔''

''بچو! تم سب ایک طرف ہٹ جاؤ، جو یہ کرتے ہیں، انہیں کرنے دیں، دہشت گردی سے ہمارا دور کا بھی تعلق نہیں، قرآن اور حدیث کی تعلیم دینا دہشت گردی نہیں ہے۔ ہمارے مدرسے سے نہ تو یہ کسی دہشت گرد کو برآمد کر سکتے ہیں، نہ کسی قسم کا اسلحہ انہیں ملا ہے، ان حالات میں بھلا ہمارے خلاف کیا کر لیں گے... لہٰذا آپ رکاوٹ نہ بنیں، یہاں اگر جھگڑا ہوا تو یہ ہمارے مدرسے کو واقعی دہشت گردوں کا مدرسہ ثابت کر دیں گے۔''

اپنے استاد کی باتیں سن کر تمام طالب علم ہٹ گئے۔ تاہم ان کے چہروں پر شدید غم و غصے کے آثار تھے۔ پھر وہ انہیں لے کر مدرسے سے باہر نکل آئے... ایسے میں محمود پولیس آفیسر کے سامنے آ گیا:

''ہمارے لیے کیا حکم ہے۔''

''تم لوگ جا سکتے ہو، اب ہم خود ہی شیخ منصور کا سراغ لگا لیں گے، چابیاں ہمارے ہاتھ لگ گئی ہیں۔'' اس نے کہا۔ امریکیوں کے چہروں پر مسکراہٹیں پھیل گئیں۔

''کیا کہا... چابیاں۔''

''ہاں! چابیاں... ہم ان سے اگلوا لیں گے، انہوں نے شیخ منصور کو کہاں چھپایا ہے... بلکہ شیخ مسرور کو بھی، اس دھوکے باز کو بھی اب ہم گرفتار کر کے رہیں گے۔''

''میرا خیال ہے، آپ کی سوچ درست نہیں ہے۔ اس مدرسے کا شیخ منصور سے کوئی تعلق نہیں ہے۔''

''کیا بات کرتے ہیں، مدرسے اور اس مکان کی دیواریں ملی ہوئی ہیں... شیخ مسرور نے خود یہ بیان دیا ہے کہ شیخ منصور اس مکان میں چھپا ہوا ہے، اب آپ خود بتائیں... اتنی جلدی وہ کہاں غائب ہو گئے... صاف ظاہر ہے، مدرسے میں ہی کہیں چھپے ہوئے ہیں۔''

''آپ پورے مدرسے کی تلاشی لے چکے ہیں۔''

''اس کے باوجود ہمیں یقین ہے، وہ ہیں اسی مدرسے میں اور یہ معلوم کرنا اب ہمارے لیے مشکل کام نہیں ہے... مدرسہ بدستور پولیس کے گھیرے میں رہے گا... یہ ساری پولیس جوں کی توں یہاں نگرانی کرے گی... جونہی ہم ان کی زبانیں کھلوائیں گے، ہم پھر ادھر آئیں گے اور شیخ منصور کے ساتھ شیخ مسرور کو بھی نکال لے جائیں گے اور پھر ان دونوں کو امریکہ کے حوالے کرنا ہمارا کام ہوگا... ان پر مقدمہ وہاں چلے گا۔''

''اللہ اپنا رحم فرمائے، آپ کا پروگرام تو بہت خطرناک ہے، لیکن یہاں

سوال یہ ہے کہ اگر آپ شیخ منصور کو اس مدرسے سے نکالنے میں کامیاب نہ ہو سکے تو کیا کریں گے۔'' فاروق نے کہا۔

''کیا کریں گے... سوال یہ ہے کہ وہ یہاں سے ملیں گے کیوں نہیں، ان کے تو اچھے بھی ملیں گے۔''

''اچھی بات ہے... کریں پھر آپ اپنا کام شروع۔''

''ارے! یہ... یہ کیا؟'' امریکی زور سے اچھلا۔

''کیا ہوا سر۔'' پولیس آفیسر نے گھبرا کر کہا۔

''ہم... ہم سے کوئی زبردست غلطی ہو رہی ہے... ہم نے اپنی آنکھیں اور کان پوری طرح کھول کر نہیں رکھے۔'' امریکی غرایا۔

''ہوا کیا سر... ہمیں تو کہیں کوئی گڑبڑ نظر نہیں آ رہی۔''

''ان لوگوں کو بھی حراست میں لے لیا جائے۔'' امریکی کا لہجہ سخت تھا۔

فوراً پولیس نے انہیں اپنے گھیرے میں لے لیا۔ انہوں نے کوئی حرکت نہ کی۔ پرسکون انداز میں کھڑے رہے، البتہ محمود نے کہا:

''یہ اچانک کیا سوجھ گئی آپ کو۔''

''بہت دیر سے سوجھی... اور اب ہم تم سے پوچھتے ہیں... تمہاری بہن کہاں ہے۔'' اس نے محمود اور فاروق کی طرف دیکھا۔

''اوہ... دھت تیرے کی... اتنی سی بات...'' خان عبدالرحمن نے جھلا کر کہا۔

''یہ اتنی سی بات نہیں۔'' امریکی بولا۔

''تب پھر کتنی سی بات ہے؟''

''آخر وہ تم لوگوں کے ساتھ نظر کیوں نہیں آ رہی۔''

''ان کی والدہ گھر میں اکیلی رہ جاتیں اور موجودہ حالات میں پریشان تو آخر یہ سب ہیں، اس لیے وہ گھر ہی میں ٹھہر گئی تھی... آخر اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔''

''ہم تم لوگوں کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہیں... وہ لڑکی بہت خاص موقعوں پر غائب ہونے کی عادی ہے... آفیسر... ان لوگوں کو حوالات بھجوا دیں... اور آپ خود ہمارے ساتھ واپس شیخ منصور کے گھر چلیں، ہمیں ایک بار پھر اس گھر کی تلاشی لینا ہوگی اور یہ دیکھنا ہوگا... ان کی بہن کہاں ہے۔''

''او کے سر...''

اور پھر اس نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا... وہ مدرسے کے استاد صاحبان کو لے کر چلے گئے، یہ لوگ واپس روانہ ہوئے... اور شیخ منصور کے گھر پہنچے۔ پولیس آفیسر نے دروازے پر دستک دی۔ دروازہ فرزانہ نے کھولا۔ اس کے چہرے پر پرسکون مسکراہٹ تھی۔

''لڑکی! تم یہاں کیوں رک گئی تھیں... ان کے ساتھ کیوں نہیں آئیں۔''

''یہاں ان کی والدہ تنہا رہ جاتیں اور وہ پہلے ہی بہت ڈری ہوئی ہیں۔''

''اس گھر کی ایک بار اور اچھی طرح تلاشی لو۔'' امریکی نے کہا۔

پولیس نے ان لوگوں کو ایک طرف کر کے اچھی طرح تلاشی لی... پھر مایوس ہو کر صحن میں آ جمع ہوئے۔

''سر... معاف کیجیے گا... میں ڈرتے ڈرتے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔'' پولیس آفیسر نے کہا۔

''ڈرنے کی کیا بات ہے... کہیے۔'' امریکی نے کہا۔

''ہمیں شیخ منصور کی انگلیوں کے نشانات تو یہاں سے ملے تھے... پھر ہم

شیخ مسرور کے ساتھ ادھر کیوں بھاگ لیے تھے... کیا یہ ہماری غلطی نہیں تھی۔"

"کک... کیا مطلب؟" وہ سب بری طرح چونکے۔

"مطلب یہ کہ شیخ مسرور کوئی فراڈ شخص تھا، وہ ہمیں دھوکا دینے کے لیے آیا تھا اور وہ ہمیں دھوکا دینے میں کامیاب رہا ہے۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونک اٹھے۔

"شیخ منصور یہیں تھا... اسے ادھر ادھر کرنے کے لیے ضروری تھا کہ ہم لوگوں کو یہاں سے ہٹا دیا جائے، یہ کام شیخ مسرور نے کیا... اور ہم سب اس کے ساتھ یہاں سے نکل گئے، لیکن یہ لڑکی یہیں رہ گئی، اس لیے کہ اسے شیخ منصور کو کہیں اور چھپانا تھا۔"

"اوہ... اوہ... اوہ۔" امریکی بہت زور سے اچھلے... چند لمحے تک وہ فرزانہ کو گھورتے رہے... پھر امریکی سانپ کی طرح پھنکارا:

"اس... اس لڑکی کو بھی گرفتار کر لیا جائے... بلکہ ان سبھی کو گرفتار کر کے دفتر لے چلیں... اب ان سب سے وہیں باتیں ہوں گی۔"

"آپ کی سوچ درست نہیں۔" فرزانہ مسکرائی۔

"کیا مطلب... تو کیا شیخ منصور یہاں نہیں تھا۔"

"نہیں... بالکل نہیں، یہ گھر ہے ہی کتنا بڑا... آپ اس کی دو بار تلاشی لے چکے تھے... میں صرف اس لیے یہاں رک گئی تھی کہ گھر کے افراد پریشان ہیں۔"

"ہم تمہاری بات پر اعتبار نہیں کر سکتے... لے چلو انہیں۔"

"آپ کی مرضی۔"

"لیکن سر... یہاں بھی چند پولیس مین موجود رہیں تو اچھا ہے۔"

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔"

پھر وہ چند آدمیوں کو وہاں چھوڑ کر ان سب کو لے روانہ ہو گئے، البتہ انہوں نے شیخ منصور کی بیگم کو وہیں چھوڑ دیا تھا۔

دفتر میں پہنچ کر انہوں نے دیکھا، مدرسے کے استاد صاحبان کی حالت بہت بری تھی، انہیں بری طرح کرسیوں سے جکڑا گیا تھا۔ اندر پہنچتے ہی امریکی نے کہا:

"ان لوگوں کو بھی کرسیوں سے جکڑ دو۔"

اب وہ کیا کر سکتے تھے، اپنے ملک کی پولیس کے خلاف کوئی قدم اٹھانا انہوں نے سیکھا ہی نہیں تھا۔ انہیں تو اپنے ملک کی پولیس کا ساتھ دینا ہی آتا تھا... ان کی مدد کرنے کے عادی تھے وہ... ان کے خلاف کوئی قدم کس طرح اٹھاتے... آخر ان سب کو باندھ دیا گیا... اس وقت امریکی نے کہا:

"آپ لوگ سوچ رہے ہوں گے کہ یہ کرسیاں عام کرسیاں ہیں۔"

"جی... کیا مطلب؟" فرزانہ بولی۔

"یہ کرسیاں ہم نے دہشت گردوں کے لیے بنوائی ہیں، بہت خاص کرسیاں ہیں، ریموٹ کنٹرول ہیں... ادھر دیوار پر تمہیں ایک سوئچ بورڈ نظر آ رہا ہے... ساتھ ہی ایک کارکن چوکس بیٹھا ہے... نمونے کے طور پر صرف ایک کرسی کا بس ایک بٹن دبایا جاتا ہے... ہیلو بھوگ... دبانا کوئی ایک بٹن... کسی ایک کرسی کا۔"

بھوگ کا ہاتھ ایک بٹن کی طرف بڑھا۔ پھر جونہی بٹن دبا، خان عبدالرحمٰن کی لرزہ خیز چیخوں سے کمرہ گونج اٹھا:

"چلو بس کرو... تجربہ ہو گیا انہیں۔" امریکی کی آواز سنائی دی۔ بھوگ نے بٹن آف کر دیا۔ خان عبدالرحمٰن کی چیخیں رک گئیں۔

"کیا خیال ہے لڑکی! تم شیخ منصور کے بارے میں بتا رہی ہو یا نہیں۔"

"مجھے معلوم نہیں... بتاؤں کیا۔"

"کیا معلوم نہیں۔"

"یہ کہ شیخ منصور کہاں ہیں۔"

"اسے بھی ذرا مزہ چکھاؤ۔" امریکی غرایا۔

اور پھر ہال میں فرزانہ کی چیخیں بلند ہوگئیں... ایسے میں فون کی گھنٹی بج اٹھی... پولیس آفیسر نے جونہی ریسیور اٹھایا، دوسری طرف سے شیخ مسرور کی آواز سنائی دی۔

☆O☆O

دھماکا

"ہیلو آفیسر! میں نے غلط نہیں کہا تھا، جونہی میں مکان میں داخل ہوا، شیخ منصور پچھلے دروازے سے نکل گیا، آپ کو اطلاع دینے کی مہلت نہ مل سکی، بس میں اس کے تعاقب میں نکل گیا... کیونکہ میں اپنے ساتھ باقی سب لوگوں کو مصیبت سے نکالنا چاہتا تھا، آخر کار میں اس تک پہنچنے میں کامیاب ہوگیا لیکن۔" شیخ مسرور یہاں تک کہہ کر رک گیا پھر بولا:

"لیکن اس وقت شیخ منصور ایسی جگہ موجود ہے کہ میں اکیلا اسے نہیں پکڑ سکتا، ہاں اس پر فائر ضرور کر سکتا ہوں، اور فائر کرنے کی صورت میں بم دھماکا ہوگا، لہٰذا میں نے سوچا... پہلے آپ کو اطلاع دے دوں۔"

"تت... تم... تم کہاں ہو۔"

"بگ ٹاور کے سامنے اور وہ ٹاور کے اوپر پہنچا ہوا ہے... اور آپ کو پتا ہے، یہ ٹاور سمندر کے کنارے پر واقع ہے۔"

"ہم... ہم آرہے ہیں" آفیسر نے بلند آواز میں کہا۔

"آپ مجھ سے موبائل پر بدستور رابطہ رکھیں تاکہ میں ساتھ ساتھ صورت حال بتاتا رہوں اور یہ بھی وعدہ کریں آفیسر، اس کے بعد آپ مجھے جانے دیں گے اور

میری تلاشی بھی نہیں لیں گے... اور ان لوگوں کو چھوڑ دیں، انہیں واقعی شیخ منصور کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔"

"جب تک ہم شیخ منصور کو آنکھوں سے نہیں دیکھ لیتے، اس وقت تک ان لوگوں کو نہیں چھوڑ سکتے... تمہاری اطلاع اگر درست ہے، تو تمہیں گرفتار نہیں کیا جائے گا۔ یہ میرا وعدہ ہے اور میرے وعدے کو امریکی حکومت بھی پورا کرنے کی پابند ہے۔"

"آ جائیں پھر... میں انتظار کر رہا ہوں..."

"اگر اس نے ٹاور سے نیچے اتر کر فرار ہونے کی کوشش کی تو تم کیا کرو گے۔"

"میں اسے گولی مار دوں گا... پھر چاہے کچھ ہو جائے۔"

"لیکن آخر تم ایسا کیوں کرو گے... تم تو اس کے ساتھی تھے۔"

"میں اپنی جان بچانے کے لیے یہ سب کر رہا ہوں... میں بلاوجہ ایک مجاہد کے کہنے میں آ کر جہاد کے لیے نکل گیا تھا، اب پچھتا رہا ہوں۔"

"چلو ٹھیک ہے... تمہیں عقل تو آئی۔" امریکی ہنسا۔

پھر وہ سب ٹاور کی طرف روانہ ہوئے۔ ان لوگوں کو بھی ساتھ لے لیا گیا... کیونکہ شیخ منصور کی شناخت تو یہی لوگ کر سکتے تھے۔

درمیان میں امریکی شیخ مسرور سے بات بھی کرتا رہا... ان سب کو شیخ مسرور پر بے تحاشہ غصہ آ رہا تھا، تاہم ان کے سامنے ایسی مثالیں موجود تھیں۔ مجاہدین سے بہت سے لوگوں نے غداریاں کی تھیں، اپنوں نے دھوکے دیے تھے، انہیں پکڑ کر بڑی بڑی رقموں کے لالچ میں انہیں امریکیوں کے حوالے کیا تھا' سو وہ سوچ سکتے تھے، شیخ مسرور بھی انہی جیسا تھا، ان میں سے ایک تھا... لہٰذا وہ اس سے صرف نفرت ہی محسوس کر سکتے تھے، البتہ سوچ رہے تھے، کبھی وہ ان کے ہاتھ لگ گیا تو

اسے مزا چکھائے بغیر نہیں رہیں گے...

"ہیلو شیخ مسرور... کیا رپورٹ ہے۔"

"کیا آپ روانہ ہو چکے ہیں۔"

"بالکل... سب لوگ آ رہے ہیں۔"

"یہاں صورت حال بالکل اسی طرح ہے... شیخ منصور ٹاور کے اوپر ہے اور میں نیچے۔"

"لیکن وہ فرار ہونے کی کوشش کیوں نہیں کر رہا ہے۔" امریکی نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"میں نے یہ بات اس سے پوچھی تھی... مجھے برا بھلا کہتے ہوئے اس نے بتایا ہے کہ وہ سب لوگوں کے سامنے فرار ہو کر دکھائے گا... کہہ رہا تھا، وہ امریکیوں کو کچھ نہیں سمجھتا۔"

"خیر... خیر... دیکھیں گے... وہ کس طرح فرار ہوتا ہے... سمندر کے کنارے کوئی لانچ تو نہیں ہے۔"

"جی نہیں... یہ ساحل ویران ہے، اس طرف کوئی نہیں آتا... دراصل یہ ٹاور بہت بدنام ہے، کئی لوگ اس کے اوپر چڑھ کر خودکشی کر چکے ہیں۔"

"اوہ اچھا... ہم آ رہے ہیں، فکر نہ کرو... بس تم پوری طرح ہوشیار رہو... یہ میرا وعدہ ہے... اگر ہم نے اسے گرفتار کر لیا تو تمہیں چھوڑ دیا جائے گا۔"

"اسی لیے تو میں یہ سب کچھ کر رہا ہوں۔"

"لیکن بھئی! ایک بات سمجھ میں نہیں آئی... تم ایک طرح سے بچ نکلے تھے... پھر کیوں خود کو اس چکر میں ڈالا۔"

"اس صورت میں مجھے پورے ملک میں تلاش کیا جاتا، میں نہ جانے کہاں

کہاں چھپتا پھرتا، اور مصیبتیں سہتا رہتا، پھر بھی آخر کار آپ لوگ مجھے پکڑ لیتے... اس لیے میں نے سوچا، کوئی ایسی ترکیب کیوں نہ کروں، ایسی چال کیوں نہ چلوں کہ آپ مجھے تلاش ہی نہ کریں۔"

"عقل مند ہو۔" امریکی ہنسا۔

کچھ دیر کے لیے پھر خاموشی چھاگئی... اس طرح بار بار وہ آپس میں بات کرتے رہے، امریکی صورت حال پوچھتے رہے اور ان کا سفر جاری رہا، محمود، فاروق وغیرہ خان عبدالرحمٰن کی گاڑی میں تھے، اسی گاڑی میں انہیں حوالات لے جایا گیا تھا۔ وہاں سے نکال کر انہیں اسی میں آنے کی اجازت دی گئی تھی۔

اور پھر آخر وہ ساحل کے نزدیک پہنچ گئے، اس وقت امریکی نے آخری بار شیخ مسرور سے پوچھا:

"ہم اب بہت نزدیک پہنچ چکے ہیں... کیا یہاں صورت حال بدستور ہے۔"

"ہاں! بالکل... شیخ منصور آپ لوگوں کے آنے تک کچھ بھی کرنے کو تیار نہیں ہے... وہ تو بس ساکت بیٹھا ہے... اور آپ کا انتظار کر رہا ہے۔"

"خوب خوب! اس کا انتظار بہت جلد ختم ہونے والا ہے۔" امریکی نے چہکتی آواز میں کہا۔

پھر انہیں دور سے ٹاور نظر آنے لگا... لیکن فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے کوئی اس پر بیٹھا نظر نہیں آ رہا تھا۔

"ہیلو شیخ مسرور! ہمیں ٹاور نظر آنے لگا ہے۔ تم سناؤ، حالات کیا ہیں۔"

اس بار شیخ مسرور کی طرف سے انہیں جواب نہ ملا۔ امریکی بار بار ہیلو ہیلو کرتا رہا، پھر مایوس ہو کر اس نے سیٹ بند کر دیا۔

"پتا نہیں کیا بات ہے، کہیں شیخ منصور نے اسے نشانہ نہ بنا ڈالا ہو۔"

"اوہ ہاں سر... اس بات کا امکان ہے۔"

انہوں نے رفتار اور بڑھا دی... آخر کار وہ ٹاور کے نزدیک پہنچ گئے۔ اس کے پاس کوئی نہ تھا... البتہ انہوں نے دیکھا... ٹاور کے اوپر شیخ منصور واقعی موجود تھا، لیکن اب وہ بیٹھا نہیں تھا... اٹھ کر کھڑا ہو چکا تھا... اس نے شوخ آواز میں کہا:

"خوش آمدید... آخر آپ آ ہی گئے۔"

"ہاں! ہم آ گئے... تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ خود کو ہمارے حوالے کر دو، جو بم تمہارے پاس ہے، اسے ناکارہ کر دو، یہ میرا وعدہ ہے، تمہارے ساتھ انصاف ہوگا... ناانصافی نہیں ہوگی۔"

"آپ لوگ جس کو انصاف کہتے ہیں، میں اچھی طرح جانتا ہوں... سنا مسٹر امریکی خان۔"

"یہ... یہ تم نے کیا کہا... امریکی خان۔" خان عبدالرحمٰن حیران ہو کر بولے۔

"بس یونہی... منہ سے نکل گیا... ورنہ امریکی پٹھان نہیں ہو سکتے۔"

"تمہارا اپنا پروگرام کیا ہے۔" پولیس آفیسر نے کہا۔

"میں... میں تم لوگوں کا انتظار کر رہا تھا... میں نے سوچا، فرار ہونے سے پہلے تم سب لوگوں کو مزہ کیوں نہ چکھا دوں... میں تم پر بم گرا رہا ہوں تاکہ نہ رہے بانس، نہ بجے بانسری۔"

"شاید تمہارا دماغ چل گیا ہے..." امریکی ہنسا۔

"کیوں! یہ کس بات سے اندازہ لگایا تم نے۔"

"تم ہمارے ساتھ اپنے ان مسلمان بھائیوں کو بھی ہلاک کرو گے۔"

"اوہ... انہیں... آپ... آپ انہیں کیوں ساتھ لائے... کیوں۔"

شیخ منصور درد بھرے انداز میں چلا اٹھا۔

"یہ اچھا ہوا... ہم انہیں ساتھ لے آئے... ورنہ تم تو ہمیں واقعی بم کا نشانہ بنا دیتے... اب نیچے اتر آؤ... بم کو ناکارہ بنا دو... کیونکہ تم اگر واقعی مجاہد ہو تو اپنے مسلمان بھائیوں کو بلاوجہ ہلاک نہیں کر سکتے۔"

"نن نہیں... نہیں... یہ... یہ کیا ہو گیا... میں نے کیا سوچا تھا اور ہو کیا گیا، میں نے تو سوچا تھا تم لوگوں کو ہلاک کر کے اپنی راہ لوں گا۔"

"اور... وہ شیخ مسرور... کہاں گیا۔"

"جونہی تم لوگ نزدیک آئے، وہ بھاگ لیا... کہہ رہا تھا، کیا پتا امریکی اپنا وعدہ پورا کرتے ہیں یا نہیں... کہیں دھوکا نہ دے دیں... لہٰذا بھاگ نکلنا اچھا ہے... اور جناب! اب میں بھی چلا میرا منصوبہ پورا نہ ہو سکا... اپنے مسلمان بھائیوں کی خاطر... میں تم لوگوں کو بھی چھوڑ رہا ہوں اور یہاں سے جا رہا ہوں... ہمیشہ کے لیے... اب کبھی کسی کو نظر نہیں آؤں گا۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے اچانک سمندر میں چھلانگ لگا دی... ساتھ ہی کان پھاڑ دینے والا دھماکا ہوا۔

☆O☆O

کیا نام لکھا تھا

دھماکے کے ساتھ ہی وہ سب بہت زور سے اچھلے اور اچھل کر ادھر ادھر گرے... بم کے ٹکڑے اگرچہ سمندر میں گرے تھے، لیکن دھماکا اس قدر زبردست تھا کہ وہ بھی اپنے پیروں پر کھڑے نہ رہ سکے تھے۔

پھر کچھ دیر بعد وہ اٹھنے کے قابل ہو سکے:

"شیخ منصور مارا گیا، قصہ ختم۔" امریکی کی آواز سنائی دی۔

"ہاں! اب اس میں کیا شک رہ جاتا ہے۔" پولیس آفیسر نے کہا۔

"لیکن ہمیں اپنی کارروائی تو کرنا ہوگی... لانچیں منگوائی جائیں... سطح سمندر کا دور دور تک جائزہ لیا جائے... اور رپورٹ پیش کی جائے... ہمارے لیے یہاں چھتریوں کا انتظام کیا جائے۔" امریکی نے کہا۔

"بہت بہتر سر۔" پولیس آفیسر نے کہا۔

"ہمارے لیے کیا حکم ہے سر۔" محمود نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"تت... تم لوگ اب جا سکتے ہو... تمہاری وجہ سے ہماری جانیں بچ گئیں، ورنہ اس کا منصوبہ ہمیں بم سے اڑانے کا تھا۔"

"شکریہ! اگر آپ اجازت دیں تو ہم اس رپورٹ تک یہاں رک جائیں... تاکہ معلوم ہو... سمندر کی سطح سے کچھ ملا ہے یا نہیں۔"

"کوئی اعتراض نہیں۔"

پھر دو گھنٹے بعد رپورٹ مل گئی... پانی کی سطح پر بموں کے کچھ خول وغیرہ تیرتے ہوئے پائے گئے، ایک جگہ پانی میں خون کی سرخی بھی دیکھنے میں آئی تھی... تاہم انسانی اعضا نہیں مل سکے تھے۔

"ظاہر ہے، کافی دیر بعد لانچیں پہنچی تھیں... اس وقت تک مچھلیاں لاش کو کہاں چھوڑنے والی تھیں.. چلا گیا مچھلیوں کے پیٹ میں... گویا یہ قصہ ختم ہوا... چلو چلیں۔"

اب سب واپس ہوئے، وہ لوگ خان عبدالرحمٰن کی گاڑی میں روانہ ہوئے... شیخ منصور کے بچے بہت غمگین تھے۔

"کیا خیال ہے انکل... پہلے ہم گھر نہ چلیں۔" محمود نے کہا۔

"کیا پہلے ان لوگوں کو ان کے گھر نہ پہنچائیں۔"

"نہیں انکل! پہلے گھر جانا مناسب ہوگا... وہاں ابا جان موجود ہوں گے... وہ بھی اس واقعے پر تبصرہ کریں گے۔"

"ہوں! اچھا خیر... میں نے تو اس لیے کہا تھا کہ یہ بے چارے بہت غمگین ہیں... آخر کو انہوں نے اپنے والد کو سمندر میں ڈوبتے دیکھا ہے۔"

"جو ہونا تھا، ہوگیا... آپ ہمارے لیے پریشان نہ ہوں۔" زاہد بولا۔

"اچھی بات ہے... تب پھر گھر ہی چلتے ہیں۔"

آدھ گھنٹے کے سفر کے بعد وہ اپنے گھر کے دروازے پر دستک دے رہے تھے۔ دروازہ ان کی والدہ نے کھولا اور دروازے کی اوٹ میں ہوتے ہوئے بولیں:

"گھر میں ایک عدد مہمان موجود ہیں۔"

"اوہو اچھا۔" ان کے منہ سے نکلا۔

"صحن میں بیٹھے ہیں..."

یہ کہہ کر وہ وہاں سے ہٹ گئیں اور باورچی خانے میں چلی گئیں... یہ لوگ اندر داخل ہوئے، پھر صحن میں بیٹھے مہمان پر نظر پڑتے ہی وہ بہت زور سے اچھلے... وہ شیخ مسرور تھے۔

"آپ... آپ تو... آپ تو" وہ آگے کچھ نہ کہہ سکے۔

"ہاں! میں... یہ دیکھو۔"

ان کے ہاتھ منہ کی طرف گئے... پھر ان کے چہرے، سر اور گردن وغیرہ سے کچھ ٹکڑے سے اترتے چلے گئے... ایک بار پھر انہیں بری طرح اچھلنا پڑا... اس لیے کہ ان کے سامنے انسپکٹر جمشید تھے۔

"اس... اس کا مطلب ہے... شیخ مسرور کے روپ میں شروع سے آپ تھے۔"

"ہاں... جب مجھے معلوم ہوا کہ شیخ منصور کے گھر سے ان کی انگلیوں کے تازہ نشانات ملے ہیں تو میں پریشان ہوگیا، میں نے سوچا، ان لوگوں کی توجہ ان کے گھر سے کسی طرح ہٹائی جائے... چنانچہ میں شیخ مسرور بن کر آ گیا... اور انہیں اس مکان تک لے گیا... وہ مکان دراصل میرے ایک خفیہ کارکن کا ہے، مطلب یہ کہ وہاں کوئی شیخ منصور نہیں تھے... لیکن اس وقت مجھے اندازہ نہیں تھا کہ پولیس مدرسے والوں کو پکڑ کر لے جائے گی... اب جب میں نے دیکھا کہ وہاں ان پر ظلم کیا جانے والا ہے تو شیخ مسرور کو پھر میدان میں آنا پڑا۔ ادھر میری خفیہ فورس کے دو کارکن شیخ منصور کے مکان کی خفیہ نگرانی کر رہے تھے... تاکہ تم لوگوں کو مدد کی ضرورت پیش آئے تو وہ میدان میں کود پڑیں... ساتھ میں وہ مجھے پل پل کی خبریں بھی دے رہے تھے... انہوں نے جب مجھے یہ بات بتائی کہ فرزانہ باقی لوگوں کے ساتھ باہر نہیں

آئی... تو میں چونک اٹھا... پھر فرزانہ کی ایک اور حرکت سامنے آئی... یعنی خفیہ کارکن نے مجھے اس کے بارے میں اطلاع دی... تب میں نے ضروری سمجھا کہ اب امریکیوں کے نزدیک شیخ منصور کو اس دنیا سے رخصت ہو جانا چاہیے... فوری طور پر یہ ترکیب ذہن میں آئی... میں نے فون پر ان لوگوں سے رابطہ کیا اور انہیں سمندر کے کنارے آنے کی دعوت دی... خود وہاں پہنچ گیا، اس دوران شیخ مسرور کی آواز میں ان سے باتیں کرتا رہا... یا یوں کہہ لیں کہ انہیں باتوں میں لگائے رہا... اس طرح آخرکار یہ لوگ وہاں پہنچ گئے، اب وہاں ٹاور پر صرف شیخ منصور تھا... شیخ مسرور غائب تھا... اور پھر شیخ منصور نے پروگرام کے مطابق سمندر میں چھلانگ لگا دی... ساتھ ہی بم پھٹ گیا...''

''لیکن ابا جان! یہ سب کیسے ہوا، بم نے آپ کو نقصان کیوں نہیں پہنچایا۔''

''ادھر میں پانی کی سطح کے نیچے پہنچا... ادھر بم پھٹ گیا... بم فضا میں نہیں پھٹا تھا... اور میں نیچے ہی نیچے دور کنارے پر جا نکلا... وہاں میرے کارکن پہلے ہی موجود تھے اور بم انہوں نے ہی فائر کیا تھا، دوربین کے ذریعے سب دیکھ رہے تھے اور چٹان کی اوٹ میں تھے۔''

''لیکن پھر سمندر کے پانی میں خون کی سرخی کیونکر نظر آ گئی... آپ تو زخمی ہوئے ہی نہیں۔'' محمود نے پوچھا۔

''یہ کام رنگ کی پڑیا نے کیا، وہ پہلے ہی میرے ہاتھ میں تھی۔''

''اوہ... اوہ... اوہ۔'' ان سب کے منہ سے نکلا۔

''اس طرح ان لوگوں کو یہ یقین دلایا کہ شیخ منصور اب اس دنیا میں نہیں رہے... لہٰذا ان کی تلاش کا سلسلہ دم توڑ گیا... ورنہ یہ لوگ چھ ماہ گزرنے پر بھی اپنی تلاش ختم نہ کرتے... انہیں اور کام جو نہیں ہے، ہمارے ملک میں ان کی یہی ڈیوٹی

ہے... پڑوسی ملک سے ہمارے ملک میں بچ کر نکل آنے والے مجاہدین کو چن چن کر تلاش کیا جائے اور انہیں گرفتار کر کے امریکہ کے حوالے کیا جائے یا قابو میں آتے نظر نہ آئیں تو انہیں ختم کر دیا جائے۔''

''چلیے یہ سب تو ہوا... اب ہو جائے بات شیخ منصور صاحب کی... یہ شروع سے اب تک کہاں رہے اور ان کے گھر میں ان کی انگلیوں کے نشانات کیسے مل گئے تھے۔''

''اصل میں شیخ منصور صاحب سے غلطی ہوئی تھی... انہیں ان حالات میں گھر کے دروازے پر نہیں آنا چاہیے تھا۔'' یہ کہتے ہوئے وہ مسکرائے۔ ساتھ میں فرزانہ بھی مسکرائی۔

''جی... کیا مطلب؟''

''ہاں! اور اس بات کو سب سے پہلے فرزانہ نے محسوس کیا... جب وہاں سے شیخ منصور کی انگلیوں کے نشانات مل گئے تو یہ فوراً سمجھ گئی... اور اسی لیے یہ سب کے ساتھ وہاں سے اس گھر کی طرف نہیں گئی تھی... جہاں شیخ مسرور کے بیان کے مطابق شیخ منصور موجود تھا، کیونکہ اسے تو معلوم ہو گیا تھا کہ شیخ منصور وہاں نہیں، یہاں ہی موجود ہیں۔''

''لیکن وہ کہاں تھے؟'' وہ ایک ساتھ بول اٹھے۔

''یہ اب تم لوگوں کو خود بتانا پڑے گا... کیونکہ اگر فرزانہ اندازہ لگا سکتی ہے تو تم کیوں نہیں لگا سکتے۔''

''اوہ اچھا! یہ بات ہے... تب ہمیں غور کرنے کی مہلت دیں۔'' محمود پرجوش انداز میں بولا۔

''مہلت کیا، میں تو تمہیں غور کی دعوت دیتا ہوں۔'' انہوں نے کہا۔

''دعوت بھی دی تو کس چیز کی۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

وہ سب سوچ میں ڈوب گئے... پھر سب سے پہلے محمود اچھلا، اس کے بعد فاروق... جلد ہی پروفیسر داؤد اور خان عبدالرحمن کے چہروں پر بھی جوش کے آثار نظر آئے۔

''ہم نے جان لیا۔''

''بس منہ سے لفظ نہ نکلے... وہ نام لکھ کر دکھا دو... جس نام کے تحت شیخ منصور سامنے آئے تھے۔''

انہوں نے کاغذ پر اپنا اپنا نام لکھ کر دکھا دیا... جب کاغذ ان کے سامنے رکھے گئے تو انہوں نے دیکھا، سب نے ایک ہی نام لکھا تھا، اس کا مطلب ہے، انہوں نے بالکل درست اندازہ لگایا تھا۔

قارئین! اب ہم آپ سے پوچھتے ہیں... انہوں نے کیا نام لکھا تھا... یہ آپ کی ذہانت کا امتحان ہوگا... سب سے پہلے موصول ہونے والے درست نام پر ایک چھوٹا سا انعام روانہ کیا جائے گا... اور اس سوال کا جواب ایک ماہ بعد شائع کیا جائے گا)

ہمارا ناول ان الفاظ پر ختم ہونا تھا:

اور ان سب نے اپنے اپنے کاغذ پر جو نام لکھا تھا، وہ تھا....

☆☆☆

اٹلانٹس پبلیکیشنز
D-83 سائٹ۔ کراچی
فون: 2578273 - 2581720
e-mail: atlantis@cyber.net.pk